# حیات حیدر

جسمیں

میسور کے اولوالعزم ۔ شیر دل ۔ سخت جان اور جانباز سپہ سالار اور
نواب حیدر علی کی زندگی کے حالات اُسکی نظام دکن ۔ نواب
ارکاٹ مراری راؤ ۔ مرہٹوں اور انگریزوں سے معرکہ کی جنگیں
اُسکی فوجی اور انتظامی قابلیت ۔ اور ایک سپاہی کی حیثیت سے
بڑھتے بڑھتے ایک زبردست نواب اور فرمانروا بن جانے کی
مفصل کیفیت درج ہے

مؤلفہ
منور خان ساغر اکبر آبادی مترجم و لٹریری اسسٹنٹ امپیریل سوسائٹی لاہور

جسکو

بعد حصول جملہ حقوق مدامی از مؤلف

منشی رام اگروال تاجر کتب ۔ پروپرائٹر اردو اخبار
و مالک اردو اخبار مشین پریس لاہور نے
اپنے
مطبع اردو اخبار لاہور میں چھاپا



قیمت

# کارخانہ مشہور عالم جنتری لاہور کا انعامی سسٹم دو سال سے جاری ہے

کارخانہ کی راستبازی اور پبلک کی قدردانی سے ملک کے ہر ایک حصہ میں ایک لاکھ ٹکٹ فروخت ہو چکا ہے

## شرائط

اول۔ آپ کارخانہ کا ٹکٹ اپنے شہر کے کسی احباب سے خرید فرماویں بصورت نہ ملنے کے آپ براہ راست کارخانہ میں موازی آٹھ آنے علاوہ محصول بھیجکر چار ٹکٹ منگالیں ۔

دوم۔ پھر ان چاروں ٹکٹوں کو دیگر احباب کے ہاتھ موازی دس دس آنہ پر فروخت کرکے مبلغ عـ۸ـر وصول کرلیں۔ اسمیں سے موازی آٹھ آنے تو آپ اپنے خود رکھ لیں اور باقی مبلغ عہ جمع رکھیں۔ پھر آپ اپنے چاروں خریداروں کے نام ٹکٹوں پر معہ مفصل پتہ کے لکھکر کارخانہ میں واپس بھیجدیں۔ اور مندرجہ اشیاء تصویردار میں سے ایک چیز جو پسند خاطر ہو تحریر فرماویں ۔

سوم جس وقت آپکا آرڈر پہنچیگا۔ کارخانہ فوراً انعامی اشیاء حسب الارشاد بذریعہ وی۔ پی معہ ۱۶ عدد ٹکٹ کے مبلغ عہ پر آپ کی خدمت میں بھیجدیگا (یہ دو روپیہ صرف ان ۱۶ ٹکٹوں کی قیمت ہے جو آپ اپنے خریداروں کے لئے منگاتے ہیں۔ جن کی قیمت دو روپیہ عہ آپکے پاس جمع ہے) مگر محصول ڈاک انعامی اشیاء کا علاوہ دو روپیہ کے زائد چارج کیا جائیگا جو آپ کو اپنی گرہ سے دینا پڑیگا۔ پس وی پی وصول کرکے انعامی اشیاء آپ خود رکھ لیں اور اپنے چاروں خریداروں کو چار چار ٹکٹ معہ ان کے ناموں کے سارٹیفکٹ کے دیدیں پھر وہ صاحب بھی اسی طرح یکے بعد دیگرے فروخت کا سلسلہ جاری رکھکر جو چیز چاہیں مفت منگالیں ۔




المشتہر
پنڈت گردھاری لعل منجم و جفار سیالکوٹی مصنف مشہور عالم جنتری مالک کارخانہ مذکور لاہور






# حیات حیدر

## باب ا

### حیدر علی کے بزرگ۔ خاندان میسور

میسور جو جنوبی ہند میں واقع ہے۔ کسی زمانہ میں بڑی شان و عظمت پر تھا۔ اس ملک کا ... مشرقی ملکوں کی تاریخ میں ایک نمایاں رتبہ رکھتے ہیں۔ اس ریاست کا بانی حیدر علی مشہور تھا ... اس کی قایم کی ہوئی سلطنت صرف ۳۸ سال کے عرصہ تک قایم رہی۔ کیونکہ حیدر علی کے بیٹے ٹیپو سلطان کی وفات کے ساتھ ہی میسور کی حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ تاہم واقعات اور ... اس ۳۸ سال کے زمانہ میں ہوئیں۔ کہ ان کو بڑی شہرت حاصل ہے۔

حیدر علی کے حسب و نسب کی مؤرخین میں باہم اختلاف ہے۔ ایک مورخ نے اس کو شیخ قریش میں سے بتلایا ہے۔ یہ مورخ لکھتا ہے کہ حیدر علی کا جد امجد جس کا نام حسن تھا۔ اور جو اپنے کو یحییٰ کی اولاد میں سے بتاتا تھا بغداد سے اجمیر میں آ بسا تھا۔ جہاں اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس لڑکے کا نام ولی محمد رکھا گیا۔ حسن جو اس کے ماموں سے کسی بات پر جھگڑا ہو گیا جس کے بعد وہ گلبرگہ کو نقل سکونت کر کے میسور کے مشرقی حصہ میں مقام کولار میں جا بسا۔ اور وہیں ۱۶۹۸ء کے قریب انتقال کر گیا۔ ایک ... چار بیٹے تھے۔ سب سے چھوٹے بیٹے کا نام فتح محمد تھا۔

فتح محمد جو سن بلوغ کو پہنچ کر فوج میں بھرتی ہو گیا۔ اور گنجی کوٹہ کے محاصرہ میں اپنے جوہر قابلیت دکھلا کر اچھی شہرت کر لی۔ سیرا کے صوبہ دار نے اس کی مردانگی سے خوش ہو کر اسے نائک کے عہدہ پر ترقی دیدی۔ فتح محمد کو صوبہ دار کے بعد جلد تبدیل ہو جانے کے باعث آرکٹ اور چتور میں بھی ملازمت چھوڑنا پڑی۔ وہاں بھی اس نے اپنے نام و نمود کو بہت کچھ بڑھا لیا۔ آخر کار وہ میسور کو واپس چلا آیا۔ جہاں اسے فوجدار یعنی سپہ سالار کے منصب پر مامور کر دیا گیا۔ اور بوڈی کوٹہ جاگیر میں عطا کی۔ فتح محمد نے پہلے تو ایک سیدانی سے شادی کی۔ جس کے بطن سے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ دوسری دفعہ اس نے ایک شخص کی دو بیٹیوں کے ساتھ شادی کی۔ ان میں چھوٹی بہن کے بطن سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک





شہباز عرف اسمٰعیل۔ اور دوسرا حیدر علی جس نے اپنے قوت بازو سے میسور کی حکومت پر قبضہ کر لیا تھا۔ واشن مصنف تاریخ جنوبی ہند لکھتا ہے کہ حیدر علی کا جد امجد بہلول پنجاب کا ایک مسلمان فقیر تھا۔ وہ اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہہ کر مع اپنے دو بیٹوں علی محمد اور ولی کے جنوبی ہند میں چلا آیا تھا اور ریاست حیدرآباد کے شہر آلند میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس شہر سے نقل سکونت کر کے علی محمد و ولی محمد سیرا (واقع میسور) کے صوبہ دار کے پاس پہونچے اور فوج میں بھرتی ہو گئے۔ جہاں سے وہ کولار میں جا بسے۔ یہاں علی محمد کا انتقال ہو گیا۔ مگر اس کی بیوی اور بیٹے فتح محمد کو اسکے بھائی ولی محمد نے گھر سے نکال دیا۔ یہ حسب و نسب زیادہ درست نہیں معلوم دیتا ہے۔ کیونکہ مؤرخین کی کثرت رائے اس کے خلاف ہے۔

جو ملک آجکل میسور کے نام سے مشہور ہے۔ اسکے اُن فرمانرواؤں کی تاریخ جو حیدر علی اور ٹیپو سلطان سے پہلے فرمانروائی کر چکے تھے مختصر الفاظ میں اس موقع پر بیان کر دینا خالی از لطف نہ ہوگی۔ حیدر علی سے پہلے اس ملک کا ایک ہی فرمانروا نہ تھا۔ بلکہ اس کے مختلف حصوں پر مختلف خاندان کے لوگ حکمرانی کرتے تھے۔ اور نہ اس ملک کا نام پہلے میسور تھا۔ پانچویں صدی سے لیکر بارھویں صدی تک کدمبا گنگا چلوکیا اور دیگر خاندان حکمرانی کرتے رہے۔ مگر ان خاندانوں نے اپنے زمانہ کے قلمبند حالات نہیں چھوڑے۔ البتہ اُن ستونوں پر جو مندروں کے صحن میں حکمرانوں نے اپنی فیاضی کے کارناموں کے طور پر قایم کئے۔ اُن کے نام اور حسب و نسب ضرور کندہ ہیں۔ ان خاندانوں کے زوال پر اس ملک میں جینیوں کی حکومت قایم ہوئی جن کی عہد حکومت کی یادگاریں وہ خوبصورت مندر ہیں جو بیلی بداور بیلیور میں پائے جاتے ہیں۔ ان مندروں میں اُن کے بنانے والوں نے فن تعمیر کا کمال کر دیا اور اُن میں انواع و اقسام نقش و نگار کھودے گئے۔ بیجانگر کے حکمرانوں کے آثار کھنڈرات کی شکل میں مقام ہامپی میں آجتک موجود ہیں۔ اور ان سے اس خاندان کے حکمرانوں کی شان و عظمت کی تصدیق ہوتی ہے۔

اٹھارھویں صدی کے شروع میں اس ملک میں چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کا دور دورہ ہوا جو مختلف حصوں میں فرمانروائی کرتے تھے۔ ان فرمانرواؤں کا لقب پالیگار تھا۔ ان میں سے بید نور اور چیتل درگ کے حکمران زیادہ مشہور اور زور دار تھے۔ لیکن اس حصے کے فرمانروا جو دراصل میسور ہے انہوں نے بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو فتح اور الحاق کے ذریعہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ یہ خاندان وڈیار کہلاتا تھا۔ اس خاندان کی حکومت چکا دیو راج کی وفات پر ۱۷۰۴ء میں زمانہ حال کے میسور کے نصف حصہ پر تھی۔ یہ خاندان اپنے کو چھتریوں کی اولاد بتاتا تھا۔ اسکی تاریخ بڑی مزیدار ہے اس خاندان کا

پہلا شخص وجیا راج نامی جو یادو فرقہ میں چلا آیا تھا جب دونوں بھائی کرشنا راج کے دوارکا سے جو کاٹھیاواڑ میں واقع ہے ملک کرناٹک میں چلا آیا تھا جب دونوں بھائی میسور کے قریب ہدی ناد میں پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ وہاں کا حکمران مجنون الحواس ہے۔ اسکی ایک بیٹی ہے۔ جسکے ساتھ ایک اور فرمانروا جبر شادی کرنی چاہتا ہے اور دھمکی دیتا ہے۔ کہ اگر شادی منظور نہ کی جائیگی تو وہ اسکے ملک پر قبضہ کرلیگا۔ ان دونوں بھائیوں نے اُس فرمانروا کو کسی حکمت سے قتل کرکے خود اس کے ملک پر قبضہ کرلیا۔ اور وجیا راج نے اس مصیبت زدہ لڑکی سے شادی کرلی۔ اور ساتھ لنگایت فرقہ میں جو شیو جی کا معتقد تھا شامل ہوگئے۔ اس خاندان کے حکمرانوں نے اس حکومت کو قایم کیا تھا۔ جو آجکل میسور کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دونوں بھائی سب سے پہلے فرمانروا اُن کے خلاف غیر ملک والوں میں سے تھے۔

کوئی دو صدی تک تو میسور میں چھوٹے چھوٹے فرمانرواؤں کی حکومت رہی۔ لیکن راجہ ووڈیار نے جو وجیا راج کی ساتویں پشت میں تھا۔ بیجانگر کی سلطنت کی کمزوری سے جو معرض زوال میں تھی فائدہ اوٹھایا اُس نے ۱۶۰۹ء میں سرنگاپٹم (زمانہ حال کا سرنگاپٹم) پر قبضہ کرکے اُسے اپنا پایہ تخت قرار دیا۔ اسکے تھوڑے ہی عرصہ بعد اُس نے لنگایت مذہب کو ترک کرکے وشنو مذہب کو اختیار کرلیا۔ وہ اور اُس کے جانشین فتوحات کے ذریعہ اپنی حکومت کو وسیع کرتے رہے۔ یہاں تک کہ چکا دیو راج کی وقت پر اسکی آمدنی اور محاصل بہت ہی زیادہ ہوگئے تھے۔ شہنشاہ اورنگ زیب اسکے ملک پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ مگر چکا دیو راج نے ۱۶۹۹ء میں اسکی خدمت میں ایک سفارت بھیجکر اسے خوش کرلیا اور اورنگ زیب نے سفیر کی بڑی مدارات کی اور راجہ چکا جگ دیو کا خطاب عطا فرماکر ہاتھی دانت کا ایک تخت بھی عطا کیا جس پر بیٹھکر اسکے جانشین تخت نشینی کی رسم ادا کرتے تھے۔ چکا دیو راج بذات خود بہادر نبرد آزما اور لایق مدبر و منتظم تھا۔ لیکن اسکے جانشین قابل نہ نکلے اور تمام اختیارات وزیر کے ہاتھوں میں چلے گئے۔ جو حکمرانوں کو کٹھ پتلی کی مانند نچاتے تھے اور بالآخر اس ملک کے حکمران اپنی سلطنت کے بارسوخ اور زور دار لوگوں کی مرضی کے موافق گدی پر بٹھائے اور تخت سے اُتار دیئے جاتے تھے ووڈیار کرشنا راج کی وفات جو ۱۷۳۲ء میں واقع ہوئی۔ اس خاندان کے لوگوں کے قبضہ سے ملک کی حکومت نکل گئی۔ اور نئے حکمرانوں کا انتخاب دلوائی یعنی سپہ سالار کی مرضی پر موقوف ہوگیا۔ جس نے حکومت کے سارے اختیارات اور منصب کو غصب کرلیا تھا۔

## راجگان میسور کا نسب نامہ

وجیا راج ۱۳۹۹ء

راج ووڈییار ۱۵۷۸ء–۱۶۱۷ء

چیاما دیو راج عرف دیو راج اصغر ۱۶۵۹ء–۱۶۷۲ء

کانتھے رائے عرف گونگا راجہ ۱۷۰۴ء–۱۷۱۴ء

کرشنا راج عرف کرشنا راج اکبر ۱۷۱۴ء–۱۷۳۲ء

چامراج (بھتیجا) ۱۷۳۲ء–۱۷۳۴ء۔ یہ راجہ قید خانہ میں فوت ہوا۔

چکا کرشنا راج عرف کرشنا راج اصغر ۱۷۳۴ء–۱۷۶۶ء (بھتیجا تھا)

نانا راج ۱۷۶۶ء–۱۷۷۰ء

چامراج ۱۷۷۰ء–۱۷۷۶ء

چامراج ساکن کاردہلی (رحمہ) متبنیٰ تھا۔ اسے تخت پر حیدر علی نے بٹھایا تھا۔ ۱۷۷۶ء–۱۷۹۶ء

ممادی کرشنا راج عرف کرشنا راج سوئم ۱۷۹۹ء–۱۸۶۸ء

# باب ۲

## حیدر علی کی شہرت کا آغاز اور جنوبی ہند کی حکومت پر نزاع

شاہ شاہجہان کے عہد میں جب اورنگ زیب دکھن کا نائب سلطنت تھا۔ کرناٹک کے ایک بڑے حصہ پر شاہ بیجا پور کی سپاہ متعینہ پر، کمان رن دولہا خان اور سیوا جی کے باپ ساہو جی تاخت و تاراج کر رہا تھا۔ جب اورنگ زیب تخت پر بیٹھا۔ تو اس نے مرہٹوں اور بیجا پور کے مسلمان حکمرانوں کو زیر کرنے کا قصد کیا۔ چنانچہ اس نے بیجا پور پر ۱۶۸۶ء میں قبضہ کر لیا۔ اور سیرا کو سلطنت دہلی کے نائب سلطنت کا پایہ تخت قرار دیا گیا۔

جنوبی ہند میں دہلی کے نائب سلطنت کے عہدے پر اس زمانہ میں جبکہ حیدر علی کے باپ فتح محمد نے نام پیدا کرنا شروع کیا تھا، درگاہ قلی خاں مامور تھا۔ یہ شخص ۱۷۲۹ء میں اس منصب پر مامور کیا گیا تھا قلی خاں کے بعد اس کا بیٹا عبدالرشید خاں نائب السلطنت کے منصب پر مامور کیا گیا۔ فتح محمد عبدالرشید خاں کے دربار میں ملازم تھا۔ اور سعادت اللہ خاں نواب آرکٹ کے ساتھ جنگ کرنے میں فتح محمد اور عبدالرشید خاں دونوں مارے گئے۔ دکن میں جو صوبہ دار یا نائب عبدالرشید خاں کے بعد مقرر کیا گیا اس نے فتح محمد کے بچوں اور بیوی کو بیحد ستایا اور اپنے ملک سے نکال دیا۔

فتح محمد کا متعلوک الحال خاندان دکھن کو خیرباد کہہ کر بنگلور میں جا بسا۔ جب اس کا بڑا بیٹا شہباز سن بلوغ کو پہونچکر ہشیار ہوا۔ تو اُس نے بنگلور کی فوج میں ملازمت کر لی۔ مگر اپنی حسن لیاقت سے جلد ترقی کر کے منصبداروں میں داخل ہو گیا۔ اُس کو دو سو سواروں اور ایک ہزار پیادوں کی منصبداری مل گئی۔ جب میسور کے دلوائی نے قصبہ دیوان ہانی کو جو بنگلور سے ۲۳ میل شمال کو واقع ہے فتح کرنے کے لئے ایک فوج روانہ کی تو اس میں شہباز کے سوار اور پیادے بھی شامل تھے۔

جب شہباز اس مہم میں شریک تھا۔ تو اُس سے اس کا بھائی حیدر علی بھی آملا۔ اگرچہ حیدر علی اُس وقت فوج میں ایک والنٹیر کی حیثیت سے کام کرتا تھا لیکن اپنی مردانگی اور بہادری سے اُس نے بڑا نام پیدا کر لیا تھا۔ اگرچہ اس زمانہ میں اُس کے اطوار پسندیدہ نہ تھے۔ اور اُسے کمینہ باتوں کا شوق تھا۔ وہ بڑے اشغال میں مبتلا رہتا تھا۔ تاہم تند زور اور بڑا شکاری تھا۔ وہ جاہل مطلق تھا۔ اُسے الف کے نام سے بھی واقفیت نہ تھا۔ اور تا زندگی لکھنا پڑھنا نہ سیکھا۔ اس زمانہ میں بہت سے چھوٹے چھوٹے راجہ۔ مہاراجے نواب اور امراء صرف کاغذات پر دستخط کرتے یا اپنی مہر لگانے ہی پر اکتفا کیا کرتے تھے۔

(نوٹ) آجکل بھی ہندوستان میں صوبہ اوڑیسہ میں چھوٹے چھوٹے حکمران جاہل مطلق ہوتے ہیں اپنی مہر اپنے ملکی کاغذات پر لگاتے ہیں۔ بعض کی مہر میں مور بعض میں شیر کا سر بعض میں سنگھ اور بعض میں کسی اور چیز کی تصویر ہوتی ہے۔

اس زمانہ میں ریاست میسور کا وزیر نانجراج تھا۔ وہ حیدر علی سے اسکی دلاوری اور مردانگی کے باعث بیحد خوش ہوا۔ اُس نے حیدر علی کو ایک چھوٹی سی فوج کا کمانیر بنا دیا۔ اور ناصر جنگ نظام الملک کے حکم کے موافق تھوڑے ہی عرصہ بعد آرکٹ کو ایک فوج روانہ کی گئی۔ تو نانجراج کھنڈی راؤ اور حیدر علی جو دونوں اس کے سپہ سالار مامور کئے گئے۔

اس موقع پر اس سردار کا بھی تھوڑا سا حال بیان کر دینا خالی از لطف نہ ہوگا۔ جس کے باعث

حیدر علی اور اس کے بیٹے ٹیپو سلطان کو عروج حاصل ہوا۔ اورنگ زیب کے انتقال کے بعد جو ۱۷۰۷ء میں ہوا مغلوں کی قوت کا خاتمہ ہوگیا۔ چاروں طرف سے اُنکے دشمنوں نے زور باندھا اور انہیں دبانے لگے۔ اورنگ زیب کے جانشینوں میں کوئی لائق اور حوصلہ مند شخص نہیں تھا۔ اس سبب سے مغلوں کی قوت کو زوال ہونے لگا۔ یہانتک جنوبی ہند میں مغلوں کے جو صوبہ دار تھے وہ یا خود مختار بن بیٹھے اور یا مرہٹوں اور پٹھانوں کی فوج سے دب کر سہنے لگے۔ گویا ایک طرح پر اُن کے حلقہ بگوش بن گئے۔

سب سے پہلے نظام الملک نے علم بغاوت بلند کیا۔ اور مغلیہ حکمرانوں کی حکومت سے نکلکر خود مختار بن بیٹھا۔ نظام الملک کی نسبت مشہور ہے کہ وہ خلیفہ ابو بکر کی نسل سے تھا۔ اُسکے دو بزرگ محمد اور علاؤ الدین بغدادی بانی خاندان فقرائے نقشبند۔ اور شیخ شہاب الدین سہروردی تھے۔ آترا ذکر ایک بزرگ کے جو بڑے صوفی اور بڑے درویش گذرے ہیں۔ اُسکے خاندان کے چند لوگ [illegible] بغداد سے نقل و سکونت کرکے ریاست پٹیالہ میں قصبہ سمانا میں آ بسے تھے۔ اس خاندان کا ایک شخص عابد خان شاہی فوج میں ایک عہدہ دار تھا اور جنگ گولکنڈہ میں مارا گیا۔ اُسکے بیٹے شہاب الدین عرف غازی الدین کو شاہ دہلی نے گجرات کا صوبیدار مقرر کردیا۔ غازی الدین کا بیٹا قمر الدین حسین قلیچ خان ۱۷۱۳ء میں نظام الملک کے لقب سے دکن کا نائب سلطنت مقرر کیا گیا۔ اس طرح پر نظام الملک کے خاندان کی بنیاد پڑی۔

## نسب نامہ خاندان نظام

خواجہ عابد قلیچ خان گورنر اجمیر

میر شہاب الدین عرف غازی الدین حاکم گجرات

سید قمر الدین اول نظام ۱۷۱۳-۱۷۴۸ء

دختر میر غازی الدین - علیخاں جد امجد نواب باونی

میر ناصر الملک مقتول

میر نظام علیخان پنجم نظام ۱۷۶۱ء

میر شجاع الملک بسالت جنگ

میر آصف الدولہ صلابت جنگ چہارم نظام ۱۷۵۱-۱۷۶۱ء

میر محمد ناصر جنگ دوم نظام ۱۷۴۸-۱۷۵۰ء

ہدایت محی الدین مظفر جنگ سویم جنگ ۱۷۵۰-۱۷۵۱ء

میر سبحان علی خان فریدون جاہ

دیگر پانچ فرزند

میر اکبر علیخان سکندر جاہ ششم نظام ۱۸۰۳-۱۸۲۹ء

میر احمد خان علیجاہ

دوسرا نمبر دار یا صوبے دار جو مغلوں کی حکومت سے نکلکر خود مختار ہوگیا۔ نواب ارکاٹ تھا جب

اورنگ زیب بیجاپور اور گولکنڈا کی سلطنتوں کو زیر کر چکا تھا۔ تو اس نے قلعہ جنجی کے فتح کرنے کے لئے ایک بڑی بھاری فوج روانہ کی۔ فوج کا سپہ سالار ذوالفقار خان بنایا گیا۔ اور نائب سپہ سالار داؤد خان جنجی کا قلعہ جنوبی ارکاٹ میں پہاڑی پر واقع ہے یہ قلعہ نہایت مستحکم اور زبردست ہے۔ اس وقت اس قلعہ پر شیواجی کے بیٹے رام جی کا قبضہ تھا۔ یہ قلعہ ۱۶۹۸ء میں فتح کیا گیا تھا۔ لیکن چونکہ اس مقام کی آب و ہوا خراب تھی اس لئے پایہ تخت ارکاٹ میں رکھا گیا۔ صوبہ ارکاٹ کا صوبے دار قاسم خان مقرر کیا گیا لیکن اُسے ایک شخص نے قتل کر دیا۔ اسکے بعد ذوالفقار خان وہاں کا صوبے دار بنایا گیا اور اسکے بعد داؤد خان۔ داؤد خان ایک زبردست شخص تھا۔ اور دہلی میں تخت کے وارثوں میں نزاع پیدا ہوئی تو شاہ عالم نے اُسے اپنی امداد کے لئے دہلی بلا لیا۔ اُس نے بڑی کوشش و جانفشانی کے ساتھ شاہ عالم کو تخت شاہی پر بٹھایا۔ اس کی غیر حاضری ارکاٹ کی صوبیداری محمد سعید عرف سعادت اللہ خان کے سپرد کر دی گئی تھی۔ یہ شخص ۱۷۱۰ء سے ۱۷۳۲ء تک بڑی کامرانی کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا۔ لیکن اُس کے کوئی بیٹا نہ تھا۔ اس لئے اُس کی وفات پر مسند صوبیداری پر اسکا بھتیجا دوست علیخاں بٹھلایا گیا۔ دوست علیخاں نے میسور پر چڑھائی کی۔ لیکن راجہ چکا کرشنا راجہ کے مقابلہ میں منہ کی کھائی۔ دوست علیخاں کے زمانہ میں اسکے داماد حسین دوست خاں نے جو چندا صاحب کے نام سے مشہور ہے مکر و فریب کے ذریعہ سرزمین ترچناپلی پر قبضہ کر لیا۔ اور آخر کار انگریزوں کے خلاف فرانسیسیوں کی طرفداری کی۔ دوست علی کے بعد ارکاٹ کی نوابی صفدر علی کو ملی مگر یہ شخص ۱۷۴۲ء میں قتل کر دیا۔ اسکے صغیر سن بیٹے محمد سعید کو نظام الملک نے اُس کی جگہ ارکاٹ کا نواب بنا دیا لیکن اسے حریفوں نے ایک ہی سال کے اندر تہ تیغ کر دیا۔ اسکے بعد اُس کا اتالیق انوار الدین محمد کو نظام الملک کی مدد سے ارکاٹ کی نوابی مل گئی۔

### ارکاٹ کے نوابوں کا شجرہ

محمد سعید عرف سعادت اللہ خان ۱۷۱۰–۱۷۳۲ء

دوست علی خان جو سعادت اللہ خان کا بھتیجا تھا ۱۷۳۲–۱۷۴۰ء

دختر جو حسین دوست خان عرف چندا صاحب کو بیاہی گئی تھی

صفدر علیخان جو قتل کر دیا گیا ۱۷۴۰–۱۷۴۲ء

محمد سعید خلف ۱۷۴۲–۱۷۴۴ء

انوار الدین ۱۷۴۴–۱۷۴۹ء

والاجاہ محمد علی ۱۷۴۹–۱۷۹۵ء

محفوظ خان

عمدۃ الامرا ۱۷۹۵–۱۸۰۱ء

ارکاٹ کے نوابوں کے علاوہ اور بھی مشہور اور زبردست مسلمان نواب تھے۔ مثلاً پٹھان خاندان کے نواب جو کڈاپا۔ کرنول۔ اور سوانور میں حکمرانی کرتے تھے۔ ان میں سے پہلے دو خاندان کا تو اسوقت نام بھی باقی نہیں رہا۔ کیونکہ انکا چراغ گل ہو گیا۔ البتہ سوانور کے نواب کے خاندان میں ابھی تک حکمرانی چلی آتی ہے۔ صوبہ بمبئی میں ضلع دھارواڑ میں اس خاندان کے ایک شخص کے پاس پچیس ۲۵ مواضعات کی املاک اب بھی ہے۔ اُسے نواب کا خطاب بھی حاصل ہے۔ اور املاک کی آمدنی کوئی ۴۰۰۰ پونڈ سالانہ ہے آجکل ایک پونڈ برابر ہے پندرہ ۱۵ روپیہ کے۔ مزید برآں ایک ہندو راجہ بھی تھا جسکا نام مُراری راؤ گھورپارہ تھا۔ مراری کے خاندان میں راجہ سندور ہے جس کی ریاست ۱۶۱ مربع اراضی میں ہے۔ اور صوبہ مدراس کے ضلع بلاری میں واقع ہے۔ آمدنی ریاست کو کوئی ۸۰۰۰ پونڈ ہے۔ یہ سب نواب اور مراری راؤ نام کے کئی اور نظام دکھن کے ماتحت اور باجگذار تھے۔

ان سب متعلق واقعات سے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ ناظرین کو آئندہ واقعات کے سمجھنے اور ذہن نشین کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ قمر الدین نے جو نظام الملک تھا ۱۷۴۸ء میں وفات پائی۔ اس نے اپنے نواسے مظفر جنگ کو اپنا جانشین قرار دیا تھا لیکن اسکا بیٹا ناصر جنگ جو ایک صاحب حوصلہ شخص تھا۔ اُسے یہ بات کب گوارا ہو سکتی تھی۔ کہ وہ تو نظام الملک کے منصب سے محروم کیا جاوے اور اسکی بہن کا بیٹا نائب سلطنت کی مسند پر بیٹھ کر حکمرانی کرے اور اُسے اسکا ماتحت اور حلقہ بگوش رہنا پڑے۔ اس لیے ناصر جنگ اور مظفر جنگ دونوں میں نظامت کے لئے جھگڑا ہوا۔ خوش قسمتی سے ناصر جنگ اپنے باپ کی وفات کے وقت دکھن میں موجود تھا اور مظفر جنگ شاہ دہلی کے دربار میں تھا۔ اس لیے موقع پا کر ناصر جنگ مسند نظامت پر بیٹھ گیا۔ اس نے نوابان کڈاپا۔ کرنول۔ سوانور اور مراری راؤ سے امداد مانگی۔ مزید برآں اس نے راجہ میسور سے بھی مدد کی درخواست کی جو برائے نام نظام کا باجگذار تھا ارکاٹ سے محمد علی اور انگریزوں کی طرف سے میجر لارنس صاحب معہ ایک فوج کے ناصر جنگ کی امداد کے لیے روانہ کئے گئے۔

دوسری طرف سے مظفر جنگ کی سپاہ تیار ہوئی۔ اسکی مدد پر چندا صاحب مع سپاہ کے آمادہ ہو گیا۔ فرانسیسیوں نے جو انگریزوں سے خائف تھے ایک فوج مظفر جنگ کی مدد کیلیے ڈی آٹیل کی زیر کمان روانہ کی۔ اس موقع پر ہم انگریزوں اور فرانسیسیوں کے باہمی تنازع کو قصداً قلم انداز کئے دیتے ہیں کیونکہ اسکا تعلق مظفر جنگ اور ناصر جنگ کے باہمی تنازع سے نہیں ہے اگر ناظرین میں سے کوئی صاحب ان دونوں یورپین اقوام کے باہمی جھگڑوں اور انکے نتائج کی تاریخ سے واقفیت

حاصل کرنی چاہیں تو وہ ہسٹری آف دی فرینچ ان انڈیا مصنفہ کرنیل میلیسن صاحب کو ملاحظہ فرمائیں۔ البتہ اس مضمون کے متعلق صرف اس قدر بیان کافی ہوگا کہ فرانسیسی ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کرنی چاہتے تھے۔ انہوں نے اس کی بنیاد تو ڈالدی تھی، اور جنوبی ہند کی فرمانروائی حاصل کرلی تھی۔ اس ملک میں ان کا دور دورہ تھا۔ ان کا گورنر ڈوپلے ایک بڑا اچھا مدبر تھا۔ اگر اسے اپنے ارادوں میں کامیابی نصیب ہوجاتی تو آج ہندوستان میں فرانسیسیوں کا جھنڈا لہراتا ہوتا۔ لیکن اسکی سرکار نے اسکی تجاویز سے بے اعتنائی کا برتاؤ کیا۔ کچھ تو اس سبب سے اور کچھ دیگر یورپین اقوام اور خصوصاً انگریزوں کی رقابت سے اسے اپنے منصوبوں میں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اور سلطنت کا خواب جو اس نے دیکھا تھا پراگندہ ہوگیا۔ فرانس کی سرکار نے ڈوپلے کو ہندوستان سے ۱۷۵۴ء میں واپس بلالیا۔ اور اسے مورد الزام قرار دیا۔ وہ چند ہی سال بعد مغموم و دل شکستہ اور مفلوک الحال مرا۔

انگریزوں اور فرانسیسیوں نے ناصر جنگ اور مظفر جنگ کی امداد ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے نہیں کی بلکہ اس خیال سے کہ وہ ان کی امداد کے صلہ میں اپنے فوائد کو ترقی دیں۔ ڈوپلے اچھی طرح جانتا تھا کہ نظام ایک غاصب ہے اور نواب ارکاٹ اس کا ماتحت۔ وہ جب چاہے اسے تخت سے اتار دے۔ البتہ چندا صاحب ایک حقدار اور جائز فرمانروا تھا۔ اس لئے اس نے چندا صاحب کی طرفداری کی۔ چندا صاحب ڈوپلے کا ممنون احسان تھا۔ کیونکہ اس نے اس کے خاندان کے ساتھ پانڈیچیری میں اچھا سلوک کیا اور اسے مرہٹوں کی قید سے رہائی دلائی۔ چندا صاحب کی خاطر ہی سے ڈوپلے نے مظفر جنگ کی حمایت کی۔ اور وہ بھی محض اس خیال کی بنا پر کہ شاید ایسا کرنے سے وہ انگریزوں کے اقتدار اور رسوخ کو نواح ہند میں کوئی صدمہ پہنچا سکے۔ اس کی ساری چال یہی تھی۔

ادھر انگریزوں نے ناصر جنگ اور اسکے جانشین محمد علی کی امداد کا بیڑہ اس لئے اٹھایا کہ شاید وہ اس کارروائی سے ڈوپلے کے اقتدار اور رسوخ کو نقصان پہونچا سکے۔

آخرکار دونوں حریفوں کا میدان جنگ میں مقابلہ ہوا۔ اور پہلے ہی معرکہ میں ناصر جنگ کو فتح نصیب ہوئی۔ اسکی کامیابی کا ایک گونہ سبب فرانسیسی سپاہ کی بغاوت تھی۔ مظفر جنگ شکست کھا گیا۔ لیکن گرفتار کرلیا گیا۔ البتہ چندا صاحب ہاتھ نہ آیا۔ اور بھاگ کر پانڈیچیری جا پہونچا۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد ناصر جنگ آرکاٹ کے قلعہ میں چلا گیا۔ لیکن اسکے تھوڑے ہی عرصہ بعد ڈوپلے نے ملاور کرنیل لینس کے ذریعے قلعہ جنجی پر قبضہ کرکے پٹھان نوابوں کو پھر اپنی طرف مائل کرلیا۔ اس لئے ناصر جنگ کو پھر میدان جنگ میں اترنا پڑا۔ ایک معمولی جنگ واقع ہوئی جس میں کڈاپا کے نواب نے ناصر جنگ کو

فریب سے قتل کرایا۔ اور فرانسیسیوں نے مظفر جنگ کو نظام دکن تسلیم کر لیا۔ محمد علی بھاگ کر ٹرچناپلی پہونچا۔ اس موقع پر سپاہ میسور نے مردانگی کے خوب ہی جوہر دکھائے۔ اس موقع پر حیدر علی نے اپنے رفیق فرمانروا بدس کی مدد سے نظام الملک کے خزانہ کو لوٹ لیا۔ اور فی الفور وہاں سے چل دیا اور میسور جا پہونچا۔

حیدر علی پھر ۱۷۵۱ء میں میدان جنگ میں نظر آیا۔ اُس وقت میسور کی ایک رسالہ کا کمانیر ہو کر دلوائی کے حکم سے محمد علی کی مدد کو گیا تھا۔ جس نے ٹرچناپلی کو راجہ میسور کو دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اسوقت جو جنگ چھڑی تھی۔ وہ ۱۷۵۵ء میں ایک صلح نامہ کی رو سے جو فرانسیسیوں کے حق میں مفید تھا ختم ہوئی۔ لیکن اس جنگ میں میسور کی سپاہ کے کمانیر نانراج نے دونوں طرف سے خوب اچھی طرح بچائے۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں دونوں سے ملا رہا۔ مگر آخر کو بالکل فرانسیسیوں کی طرف ڈھل گیا۔ اس نے ٹرچناپلی کے حاصل کرنے کے لیے بہت سا روپیہ خرچ کیا مگر اسے اپنے ارادوں میں ناکامی ہی ہوئی۔ اور محمد علی کی دغابازی سے ناخوش ہو کر وہ ۱۷۵۵ء کو میسور کو واپس چلا گیا۔

اس جنگ میں سب سے زیادہ نفع حیدر علی نے اٹھایا۔ علاوہ خزانہ حاصل کرنے کے اس نے انگریزوں کی چند توپیں ٹرچناپلی اور تنجور کے بیچ میں گرفتار کر لیں۔ اور میسور کی فوج کی طاقت کو بڑھا لیا۔ اس سے اس کی غیر تعلیم یافتہ اور بے قاعدہ فوج کے علاوہ اسکے پاس پندرہ سو سوار اور تین ہزار پیادے ہو گئے۔ حیدر علی بذات خود جاہل مطلق تھا لیکن اُسے خوش قسمتی سے ایک مرہٹہ برہمن کھانڈے راؤ مل گیا۔ جو ایک تعلیم یافتہ شخص تھا۔ اس سے حیدر علی نے کچھ پڑھا لکھا اور اُس نے اُسے لوٹ مار کرنے میں بھی بہت مدد دی۔

اگرچہ کھانڈے راؤ تعلیم یافتہ تھا لیکن حیدر اپنی زبردست یاد اور دماغی قابلیت کے باعث اُسے بہت سی باتوں میں دھوکہ دیدیا تھا۔ میسور کی سپاہ سارے جھگڑوں سے ۱۷۵۵ء میں علیحدہ ہو گئی تھی۔ جس کے بعد ہی حیدر علی ڈنڈیگل کا فوجدار بنا دیا۔ ڈنڈیگل جو صوبہ مدراس کے ایک ضلع مدورا میں واقع ہے۔ اُسے ان جھگڑوں کے واقع ہونے سے جن کا ذکر اوپر ہو چکا۔ کوئی دس سال پہلے ریاست میسور نے حاصل کیا تھا۔ یہاں ایک زبردست قلعہ تھا۔ حیدر علی نے یہاں آنکر پانڈیچری سے فرانسیسی سپاہی بلائے۔ اور ان کی مدد سے سامان جنگ کا ایک کارخانہ کھولا۔ اس نے اس نواح کے سرداروں اور امیروں کو لوٹ کر بہت سی دولت جمع کر لی۔ اور اپنی فوج کی تعداد بہت بڑھالی۔ اس سے اس کی طاقت بہت بڑھ گئی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ بید نور قبضہ کر کے میسور کا غاصب فرمانروا بن گیا۔

# باب ۳

## میسور پر پیشوا کا حملہ

جب شاہ میسور نانراج کی سپہ سالاری میں اُن جھگڑوں میں مصروف تھی۔ جن کا ذکر اوپر ہو چکا۔ تو نئے نظام صلابت جنگ نے کرنیل بسے کی امداد سے جس کی جواں مردی کے فسانے اور کارنامے دکھن میں مشہور تھے۔ سرنگاپٹم پر چڑھائی کر کے بقایا خراج کی کے عوض ایک بڑی رقم طلب کی۔ اس رقم کا ایک ثلث بروقت تمام فراہم ہو سکا۔ یہ ایک ثلث اٹھارہ لاکھ کے برابر تھا۔ دیوراج وزیر ہر طرح یہ کوشش کرتا رہا۔ کہ یہ رقم بھی حملہ آوروں نہ دیجائے۔ لیکن جونہی کہ اسے یہ خبر ملی۔ کہ مرہٹے میسور پر چڑھائی کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں تو اُس نے خوف کے مارے کچھ لوٹ مار کے ذریعہ فراہم کیا۔ اور کچھ روپیہ کے عوض شاہی جواہرات لیکر نظام کے حوالے کر دیئے۔ مرہٹوں کی چڑھائی کی خبر درست نکلی۔ کیونکہ ماہ مارچ ۱۷۵۷ء کو بالاجی بے راؤ پیشوا ایکا ایک پایہ تخت میسور میں آ کودا۔ اور اُن سے کچھ رقم کا مطالبہ کیا۔ جس میں سے ۵ لاکھ روپیہ اُسے فی الفور دیا گیا۔ اور باقی رقم کی کفایت میں چند اضلاع اس کے سپرد کر دیئے گئے۔

اسی اثناء میں دیوراج اور نانراج میں جھگڑا پیدا ہو گیا۔ جس کے باعث حیدر علی میسو طلب کیا گیا۔ جب وہ وہاں پہونچا۔ تو فوج کو تنخواہ وقت پر نہ ملنے کے باعث بغاوت پر بالکل آمادہ پایا۔ اُس نے فوج کو بڑی مشکل سے اور چکنی چپڑی باتوں کے ذریعہ قابو میں کیا۔ جن لوگوں کے حقوق اور دعاوے سچے تھے ان کو روپیہ دیا۔ اور ۴ ہزار سپاہ کو تخفیف میں ڈالدیا۔ اور انکے بلغیوں کو گرفتار کر کے اُن کا مال و متاع ضبط کر لیا۔

جب مرہٹوں کی سپاہ اپنے ملک کو واپس چلی گئی تو حیدر علی نے بمشورہ چند رفیقوں کے کمک پونہ کی مالگذاری ادا کرنے میں ڈھیل کی۔ اس پر پیشوا ناراض ہو گیا۔ اور اُس نے ایک جماعت کثیر گوپال ہری کی سپہ سالاری میں روانہ کیا۔ کہ وہ ریاست میسور کو پیشوا کے ملک میں شامل کر لے۔ یہ ۱۷۵۹ء کا واقعہ ہے۔ گوپال ہری نے میسور کی سرزمین میں داخل ہونے اور اس کا الحاق کرنے کے بعد بنگلور کا محاصرہ کر کے سرنگاپٹم اور چینا پٹم پر قبضہ کر لیا۔ اسوقت حیدر علی نے جو میسور کی سپاہ کا سپہ سالار تھا۔ اپنے ایک افسر لطف علی بیگ کو مامور کیا۔ کہ وہ اچانک چینا پٹم کا محاصرہ کر لے۔

اس اثنا میں حیدر علی کے کہنے پر عمل کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ گوپال ہری نے بنگلور کا محاصرہ اٹھا دیا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تک دونوں فوجیں ایک دوسرے سے لڑتی بھڑتی رہیں۔ لیکن آخر کار مرہٹہ راجہ اپنے حریف اور مدمقابل حیدر علی کی چالوں اور چستی و پھرتی سے عاجز آ گیا اُس نے اپنی فوج واپس بلا لی۔ مگر اس شرط پر کہ ریاست میسور بتیس لاکھ روپیہ اُسے مصارف جنگ کے عوض ادا کرے۔ سولہ لاکھ روپیہ تو جبریہ ٹیکس لگانے سے بہت جلد وصول ہو گیا اور باقی سولہ لاکھ کا ذمہ حیدر علی کی طرف مرہٹہ ساہوکار نے لے لیا۔ اور ضلع پونہ حیدر علی کو خراج وصول کرنے کے لئے دیا گیا۔ جب مرہٹوں کی سپاہ واپس چلی گئی۔ تو حیدر علی سرنگا پٹم پہونچا۔ اور وہاں کے راجہ سے فتح حیدر بہادر کا خطاب حاصل کیا۔ یہ خطاب حیدر علی کو اسکی حسن خدمات کے صلہ میں عطا کیا گیا تھا۔ اس سے پہلے وہ صرف حیدر نائک نام سے مشہور تھا۔ مگر خطاب ملنے کے بعد وہ اس خطاب کو اُن تمام باتوں کے ساتھ استعمال کرتا رہا۔ جو اُس نے دوسروں کو عطا کی تھیں۔

## شجرۂ خاندان پیشوا

بالاجی وشوناتھ ساکن سری واردھن واقع چپول [illegible]ء

- باجی راؤ بلال ۱۷۲۰–۱۷۴۰ء
  - رگھوناتھ راؤ عرف رگھوبا ۱۷۷۳–۱۷۷۴ء
    - دھوندھو پانتھ عرف نانا صاحب یہ متبنےٰ تھا انگریزوں سے ۱۸۵۷ء کے غدر میں باغی ہو گیا تھا
  - بالاجی باجی راؤ ۱۷۴۰–۱۷۶۱ء
    - وشواس راؤ ۱۷۶۱ء کو جنگ پانی پت میں مارا گیا
    - مادھو راؤ ۱۷۶۱–۱۷۷۲ء معزول کیا گیا
    - نرائن راؤ ۱۷۷۲–۱۷۷۳ء قتل کیا گیا
      - مادھو راؤ نرائن ۱۷۷۴–۱۷۹۵ء
    - باجی راؤ رگھونا [illegible] معزول کیا گیا
- چمناجی

# باب ۴

## حیدر علی کا زور پکڑنا اور فتح بیدنور

صغیر سن راجہ چیکا کرشنا راج والئے میسور نانراج کی اتالیقی میں بہت کچھ ہوشیار ہو گیا اُس نے تجربہ

بھی حاصل کرلیا۔ مگر اس کی والدہ بیوہ رانی کو ہر دم یہی فکر لگی رہتی تھی۔ کہ کسی طرح پر وزیر نزراج کی
طاقت کو ضعف پہونچ جائے۔ تاکہ ملک کی حکومت اسکے بیٹے کو ملجائے۔ حیدر علی اُس وقت سپاہ
میسور پر پورا قابو یافتہ ہوگیا تھا۔ رانی نے اُسکی ذات سے فایدہ اُٹھا کر نزراج کو برطرف کرنے
کی تدبیر سوچی۔ یہ بات ایک مشیر کھانڈے راؤ کی مدد سے اُسے حاصل بھی ہوگئی۔ لیکن دراصل
فوج کی سپہ سالاری حیدر علی کے ہاتھوں میں تھی۔ جو نصف ریاست کی مالگذاری بھی وصول کیا کرتا تھا
اس لئے راجہ کو اگرچہ نزراج کے پنجہ سے خلاصی ہوگئی۔ تاہم اسے ایک دوسرے شخص (حیدر علی) کا
دست نگر بن کر رہنا پڑا۔

جب رانی نے دیکھا۔ کہ میرے بیٹے کی وہی مثل ہوئی۔ کہ ایک آفت سے نکل کر دوسری میں مبتلا
ہوگیا۔ تو اسنے کھانڈے راؤ سے مشورہ لیا۔ اور یہ قرار پایا کہ مرہٹوں کی امداد بغیر کامیابی مشکل
ہے۔ چنانچہ اسکے لئے کارروائی کی گئی۔ اور ایک موقع پر جب حیدر علی سرنگاپٹم میں تھا اور اس
کی بہت سی سپاہ مغربی گھاٹ کے بالائی حصہ میں مصروف کارزار تھی تو اُس پر یکایک چڑھائی
کی گئی۔ اگرچہ حیدر علی بے خبری میں دشمنوں میں محصور ہونے کے باعث گھبرا گیا۔ تاہم اس نے اپنے
حواس کو جمع کرکے وہاں سے بھاگ جانے کی تدبیر سوچی۔ اور اپنے خاندان کو وہیں چھوڑ کر بجائے تمام
معہ چند جاں نثاروں باز رفیقوں کے گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ آیا۔ جو بیس گھنٹے میں ۹۰ میل
طے کر گیا۔

حیدر علی کو اپنی زندگی میں یہ ایک بڑا نازک موقع پیش آیا تھا اس کا مال وزر اور توپخانہ
سب کچھ غنیم کے قبضہ میں آگیا۔ اسے صرف اُس فوج سے کچھ توقع تھی۔ جو اس کے سالے مخدوم علی
کی سپہ سالاری میں ضلع آرکاٹ میں جنگ کر رہی تھی۔ فریبی کھانڈے راؤ نے حیدر علی ہی کی بدولت
نام و نمود اور مال و دولت پیدا کئے تھے۔ اُس وقت اُس نے ارادہ کر لیا تھا۔ کہ حیدر علی کی فوج آرکاٹ
ہی سے تباہ و پامال کرے۔ مگر حیدر علی کا نصیب زوروں پر تھا۔ اسکے اقبال کا ستارہ چمک رہا تھا
جب کھانڈے راؤ مرہٹوں کی امداد سے حیدر علی کی سرکوبی کی فکر کر رہا تھا تو پیشوا کی فوج احمد شاہ
ابدالی کی سپاہ سے میدان پانی پت میں جنگ کر رہی تھی۔ یہ ۱۷۶۱ء کا واقعہ ہے کھانڈے راؤ اپنے
منصوبے کا منتظر رہا تھا۔ کہ پانی پت سے پیشوا کی شکست کی خبر آئی۔ اس لئے مرہٹہ سپاہ جو بہت سی میسور میں
ویساجی پنڈت کی سپہ سالاری میں مقیم تھی۔ وہ فی الفور واپس طلب کی گئی۔ کھانڈے راؤ اور حیدر علی
میں صرف یہی قرار پایا کہ دوبارہ محل کا ضلع اور تین لاکھ روپیہ راجہ میسور کو دیگا۔ حیدر علی نے روپیہ تو

ادا کر دیا۔ لیکن بارہ محل پر راجہ میسور کا قبضہ ہرگز نہ ہوسکا۔

جب حیدر علی کے سر پر سے آفت ٹل گئی۔ اور اسے کچھ اطمینان حاصل ہوا۔ تو وہ معہ فوج کے کھانڈے راؤ پر چڑھ آیا۔ اسوقت کھانڈے راؤ نانجان گڈ میں تھا جو سرنگاپٹم سے کوئی تیس میل جانب جنوب واقع تھا۔ آخر کار حیدر علی کو شکست ہوئی۔ اسوقت حیدر علی نے نانزاج سے جو سابق میں ریاست میسور میں وزیر اعظم تھا امداد طلب کی۔ مگر وہ شخص صاحب اختیار نہ ہونے کے باعث حیدر علی کو دلوائی یعنی سپہ سالار کا خطاب تک دے سکتا تھا۔

حیدر علی نے ایسی وفاداری کا اظہار کیا۔ اور نانزاج کو وہ سبز باغ دکھایا کہ اس نے حیدر علی کو دلوائی کا خطاب دے دیا۔ خطاب کا ملنا تھا کہ حیدر علی نے سرنگاپٹم کی سپاہ سے مشورہ کی ٹھان لی۔ مگر کھانڈے راؤ نے اس کا داؤ نہ چلنے دیا۔ اور حیدر علی کی تباہی میں کوئی گھڑی باقی نظر آنے لگی۔ لیکن اسوقت حیدر علی نے ایک بڑی ہی بیش بہا چال سوچی۔ اس نے نانزاج کی طرف سے نانزاج کی سپاہ کے افسروں کے نام جعلی خطوط روانہ کئے۔ کہ حسب قرار داد سابقہ کھانڈے راؤ کی اطاعت قبول کر لو۔ اور یہ خط اس نے سیدھے کھانڈے راؤ کے پاس بھجوا دیئے۔ خطوط کے پڑھتے ہی کھانڈے راؤ کے دل میں شبہ پیدا ہوا۔ کہ کہیں اسکے خلاف کوئی سازش تو نہیں ہو رہی ہے یا ہو گئی ہے۔ اس لئے وہ نانزاج کی فوج کو چھوڑ چھاڑ سیدھا سرنگاپٹم بھاگ گیا۔

کھانڈے راؤ کے فرار ہونے کی خبر سنتے ہی حیدر علی نے اسکی فوج پر دھاوا بولدیا۔ اور آسانی کے ساتھ فتح حاصل کر کے سامان جنگ مال و اسباب اور توپوں پر قبضہ کر لیا۔ کھانڈے راؤ کی پیدل پلٹنیں اپنے آپ حیدر علی کی اطاعت قبول کر کے اس کی طرف دار بن گئیں۔ اسکے بعد حیدر علی چند ماہ تک ان قلعوں کے زیر کرنے میں جو پہاڑی دروں کے دامن میں واقع تھے اور جن پر کھانڈے راؤ کا قبضہ تھا مصروف رہا۔

ان معرکوں کے دنوں میں اس نے اپنی فوج اور رفیقوں کی تعداد بہت کچھ بڑھا لی۔ اور جب وہ اپنی طاقت کو مضبوط کر چکا۔ تو اس نے سرنگاپٹم کے سامنے اپنی سپاہ کو دریا کے دوسرے کنارے جا کر مقیم کیا۔ چند دن تک بیکار پڑے رہنے کے بعد اس نے ایک دن معہ فوج کے دریا کو عبور کر کے دھاوا بولا۔ اچانک کھانڈے راؤ کے لشکر کو جا دبایا۔ کھانڈے راؤ کی سپاہ غنیم کی بے وقت چڑھائی سے گھبرا اٹھی۔ ادھر ادھر کو بھاگ نکلی اور تھوڑی ہی دیر بعد اس نے حیدر علی کو اپنا سردار تسلیم کر لیا۔

اس کے بعد حیدر علی نے راجہ میسور سے نامہ و پیغام کیا۔ اور جو کچھ چاہتا تھا اُسے طے کر کے راجہ کے ذاتی اخراجات کا کفیل ہو گیا۔ اور اس سے درخواست کی۔ کہ فریبی کھانڈے راؤ اُس کے رحم پر اس کے حوالہ کر دیا جائے۔ حیدر علی کی محل کی مستورات نے بھی کھانڈے راؤ کی سفارش کی مگر کسی کی ایک نہ چلی۔ حیدر علی نے اُن سے کہا۔ کہ میں اُس کی اس طرح مزاجدانی اور خاطر کروں گا جس طرح کہ کوئی شخص طوطے کی کرتا ہے۔ اس لئے کھانڈے راؤ کے حاضر ہونے پر اپنے وعدے کے موافق جو محل کی مستورات سے کیا تھا۔ کھانڈے راؤ کو ایک آہنی پنجرے میں بند کر دیا جس میں آخیر دم تک محبوس رہا۔ اُسے روزمرہ چاول اور دودھ کھانے کے لئے دیا جاتا تھا۔

نظام صلابت جنگ ایک ادنےٰ قابلیت کا آدمی تھا۔ اس کے دو چھوٹے بھائی تھے۔ ایک بصالت جنگ اور دوسرا نظام علی خان۔ نظام علی خان نے صلابت جنگ کو ۱۷۶۱ء میں معزول کر کے قید کر دیا۔ بصالت جنگ سرحد میسور پر ضلع ادونی کا حاکم تھا۔ وہ بھی اپنی حدود سلطنت کو وسعت دینے کی تاک میں لگا ہوا تھا۔ اس نے قصبہ سیرا پر قبضہ کر لینے کا ارادہ کیا۔ لیکن چونکہ چار سال سے اس پر مرہٹوں کا قبضہ تھا۔ اور ان کے مقابلہ میں بازی لے جانا ایک دشوار بات تھی اس لئے اس نے ہاسکوٹی پر جو بنگلور سے بہت نزدیک تھی چڑھائی کی۔

حیدر علی کو یقین کامل تھا۔ کہ وہ سیرا پر اگر قبضہ کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ اسلئے اُس نے بصالت جنگ کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ تین لاکھ روپیہ لے کر اُسے سیرا کا نواب مقرر کر دے اور ساتھ حیدر علی خان بہادر کا خطاب بھی عطا کرے۔ مگر بصالت جنگ صاحب اختیار نہ تھا۔ اس لئے وہ اسے یہ خطاب عطا نہیں کر سکتا تھا۔ تاہم بعد میں حیدر علی نے کھلم کھلا یہ خطاب اپنے نام کے ساتھ استعمال کرنا شروع کر دیا۔

خیر بصالت جنگ نے سیرا پر بھی قبضہ کر لیا اور جب قبضہ کر چکنے کے بعد وہاں سے چلا گیا تو حیدر علی نے چک بالاپور راے درگ۔ ہرپن ہلی۔ اور چیتل درگ کے خود مختار سرداروں کو اپنا مطیع بنانا چاہا۔ اسمیں اسے کامیابی حاصل ہو گئی اور مذکورہ بالا سرداروں نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور اُسے خراج دینے پر راضی ہو گئے۔

جب حیدر علی کا لشکر چیتل درگ کے قریب پہنچا ہوا تھا تو اس سے ایک شخص نے مدد مانگی اور کہا کہ حیدر علی اسے راجہ بیدنور کی گدی پر بٹھا دے تو اسے اس کی خدمات کے صلہ میں بہت کچھ دیا جائیگا۔ بیدنور اس ہری بھری ملک کے مانند کہتے ہیں اور جو کلادی نائکوں کا ملک کہلاتا ہے مغرب کو واقع ہے۔

چک مدرگی جو اس زمانہ میں ایک چھوٹا سا موضع ہے وہ میسور کے شمال و مغرب میں واقع ہے اور پہلے نواب

بیر و بھائیوں کا ملک تھا۔ ان دونوں بھائیوں نے سنہ ۱۵۶۰ء کے قریب وہاں ایک خزانہ پایا تھا بکدرہ جو آجکل میسور کے شمال و مغرب میں ایک چھوٹا سا موضع ہے دونوں بھائیوں نے اُس زمانہ کی وحشیانہ رسم کے مطابق انسان کی قربانی کرکے وجیانگر کے راجہ سے یہ حصہ ملک کا حاصل کیا تھا۔ اُن کی اولاد نے پایہ تخت دس میل جنوب کورک کاری میں مقرر کیا۔ جہاں کہ اُس وقت جبکہ اطالیہ کا مشہور سیاح پیٹرو ڈیلاوالی سنہ ۱۶۲۳ء کے قریب ہندوستان کی سیر کو آیا تھا اور اُس نے اس حصہ ملک کی بھی سیر کی تھی۔ وینکاٹپا نائک حکومت کرتا تھا۔

یہ سردار فرقہ لنگایت (ہندوؤں کا وہ فرقہ جو شیو جی کے لنگ یعنی عضو تناسل کی پرستش کرتا ہے) سے تھا۔ ڈیلاوالی نے اس فرقہ کی عجیب و غریب رسوم بیان کی ہیں۔ ڈیلاوالی پرتگالی سفیر کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ جس کے اشتیاق کے مارے لوگ اس کی دعوتیں کیا کرتے تھے۔ اُس نے ان دعوتوں میں بارہا وہ ناچ دیکھا۔ جسے کولاٹا کہتے ہیں۔ اس ناچ کو جوان لڑکیاں ناچتی ہیں۔ انکے ہاتھوں میں لکڑیاں ہوتی ہیں۔ جسے وہ ناچتے وقت ایک دوسرے کے مارتی جاتی ہیں وہ ناچنے میں جھکتی جاتی ہیں۔ یہ ناچ کورگ میں اب بھی ناچا جاتا ہے۔

جب وجیانگر کے خاندان پر زوال آیا۔ اور اس کی طاقت کا شیرازہ پراگندہ ہونے لگا تو یک کاری بھی ایک غیر محفوظ ملک ہوگیا۔ اور سواپا نائک جو اس وقت رک کاری میں حکمرانی کرتا تھا اس نے اپنا پایہ تخت بیدنور میں قایم کیا۔ یہ سنہ ۱۶۴۰ء کا واقعہ ہے۔

بیدنور کوہستانی ملک کے بیچوں بیچ واقع تھا۔ اُس کے چاروں طرف گھنا جنگل تھا۔ نائک نے شہر کے باہر بہت دور تک چوکیاں قایم کیں جس سے یہ مسکن ایک باقاعدہ فوج کیلئے قریباً ناممکن التسخیر ہوگیا۔ اس ملک میں گھوڑے تو چل سکتے تھے۔ لیکن اُن کیلئے سامان مثلاً چارہ وغیرہ میسر نہیں آسکتا تھا۔ نائک نے تمام دروں پر فوجی گارد مقرر کر دیئے جو نہ صرف حملہ آور کو روکنے کیلئے مقرر کئے گئے تھے۔ بلکہ چنگی کا محصول بھی جمع کرتے تھے۔

سواپا نائک ایک منتظم شخص تھا جس نے عملی طور پر زمین کی حالت معلوم کرنیکی کوشش کی۔ اور اس کیلئے اس نے کئی کئی فصلیں ایک ایک زمین میں بوئیں۔ اور پیداوار اور نرخ بازار کی حیثیت کے موافق وہ زمین کا محصول معقول طریقہ میں مقرر کر سکا۔ اس کے عہد میں قصبہ کی آبادی اور رونق اور دولت ترقی پر تھی۔ یہاں تک کہ اس کا پایہ تخت نگر کہلانے لگا جس نام سے وہ آجتک مشہور ہے۔

اس کی سلطنت نہ صرف ملناڈ تک محدود تھی۔ بلکہ اس میں وہ میدان بھی شامل تھا جو پہاڑی دروں کے نیچے واقع تھا۔ اور مغرب کی جانب ساحل سمندر تک چلا گیا تھا۔ اس میدان کا نام کنارا ہے۔ اصل میں اس کی حکومت کا رقبہ دس ہزار میل مربع تھا۔ مگر اٹھارہویں صدی عیسوی کے شروع میں اس ملک کے حکمران کا کا وجسے نائک کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ عظمت واقتدار حیدر کا میسور سے کہیں زیادہ تھا۔

ملناڈ نائک اس محصور ملک میں جو چاروں طرف سے محفوظ اور بے کھٹکے تھا۔ دو سو سال تک بڑے اطمینان کے ساتھ حکمرانی کرتے رہے۔ مگر نائک سوایا کی وفات کے بعد انہوں نے اپنے ملک سے بڑھانے کی کوشش نہیں کی۔ ۱۷۵۵ء میں نائک سوایا جو لاولد تھا فوت ہو گیا۔ اس نے اپنے خاندان کے ایک لڑکے کو جو نابالغ تھا متبنّٰی بنا لیا تھا۔ اس متبنّٰی کا نام چنّا سوایا تھا۔ اسے بیوہ رانی اور اس کے عاشق نے قتل کر دیا۔ مگر بعد میں ایک شخص تخت کا دعویدار بنکر حیدر علی کے پاس امداد طلب کرنے گیا۔ اور اس نے بیان کیا کہ میں وہی شخص ہوں جس کا قتل کیا جانا بیان کیا جاتا ہے میں رانی اور اس کے عاشق صادق کے پھندے سے نکل کر چلا گیا تھا۔

حیدر علی خاندانی حقوق کو نظر حقارت سے دیکھتا تھا۔ وہ بڑا ہی حریص اور لالچی تھا۔ اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ بلا تامل اس شخص کو گدی پر بٹھانے کے بہانے سے بدنور پر فوج لیکر چڑھ گیا۔ وہ ۱۷۶۳ء کے شروع میں ایک مہم تیار کر کے چلدیا۔ اور شمو گا پر قبضہ کر کے جہاں اس نے چار لاکھ روپیہ ہاتھ لگا کمسی کی طرف بڑھا۔ کمسی میں اسے سابق فرمانروا کا وزیر قید میں ملا۔ اس شخص کی رہبری اور رہنمائی سے حیدر علی اس جنگلی ملک میں ہو کر پایہ تخت تک پہونچا جو کمسی اور پایہ تخت کے بیچ میں واقع ہے۔

رانی نے حیدر علی کی چڑھائی کا حال سنا اور اس پر ایک قسم کی حیرت سی چھا گئی۔ اور اس نے بھاگ جانے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے حیدر علی کو فوج واپس لے جانے کی غرض سے دو مرتبہ بہت سا روپیہ نذر کیا۔ مگر حیدر علی نے قبول نہ کیا۔ بلکہ فوج کو آگے ہی بڑھاتا لے گیا۔ یہاں تک کہ رانی مارے خوف کے وہاں سے بھاگ گئی۔ اور بلال رائے درگ پہونچی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ بلال رائے درگ نہیں۔ بلکہ کولا درگ بھاگ گئی تھی۔

حیدر علی نے اپنے رہنما کے کہنے کے مطابق ایک چھوٹا سا حملہ کرنے کا حکم دیا اور خود مع فوج کے ایک پوشیدہ راستے سے اندر شہر میں جا پہونچا۔ ذرا سی دیر میں تمام شہر میں ہل چل پڑ گئی

جنگل کی طرف بھاگ گئے۔ رانی کی گارد نے حملہ آور کا مقابلہ کرنا نہ چاہا۔ بلکہ مایوسی کے عالم میں اُس نے محل میں آگ لگا دی۔ حیدر علی کو معلوم تھا۔ کہ اس شہر میں دولت بیشمار ہے اس لیئے اُس نے بڑی مستعدی کیساتھ کوشش کر کے آگ بجھائی۔ اور شہر کے خاص مکانوں اور محل میں قفل لگوا دیئے

حیدر علی کو اس شہر میں سے ایک کوڑ بیس لاکھ روپیہ کا مال ملا۔ اور اسی رقم سے اُس نے اپنی آئندہ شان و عظمت کا منہ دیکھا۔ اُس نے بلال اللہ وزگ سے رانی اور اُس کے عاشق کو گرفتار کر کے منگا لیا اور اس کا اور اس کے متبنے اسوماسیکارا کا فیصلہ کیا۔ اُس متبنے کو اس نے ریاست میسور کے مشرقی حصہ یعنی ایک پہاڑی قلعہ مدگیری میں مقرر کر دیا۔

حیدر علی نے بیدنور کا نام حیدر نگر رکھا۔ اور وہاں اُس نے اپنے پایۂ تخت مقرر کرنے اور ایک ٹکسال کھولنے کی تجویز کی۔ ایک محل اور ایک اسلاح خانہ بھی تجویز کیا گیا۔ اور ساحل سمندر پر جہازوں کے بنانے اور مرمت کے لیئے ایک بندر اور کارخانہ بھی کھولا جانا تجویز کیا گیا۔ لیکن وہ وہاں بیمار ہو گیا تو لوگوں نے سازش کر کے قتل کا ڈھنگ ڈالنا چاہا۔ اُس نے تین سو سازشیوں کو قتل کرا دیا اور بغاوت بھی رفع کر دی۔ لیکن اُسے بعد میں غور و فکر سے معلوم ہوا کہ اُس چھوٹی سی جگہ میں رہنے سے میسور خاص سے اس کا رعب داب اٹھ جائے گا۔ اسلیئے وہاں پایۂ تخت مقرر کرنے اور دیگر باتوں کی تجویز ملتوی کی گئی۔

# باب ۵

## مرہٹوں کا دوسرا حملہ میسور پر

حیدر علی خوب جانتا تھا کہ مرہٹوں کو سر سے نکال دینے اور بصالت جنگ کی طرف سے نواب کا چھوٹا لقب حاصل کرنے کے باعث اُس سے نظام اور پیشوا دونوں ناخوش ہو گئے تھے چندا صاحب نے فرانسیسیوں کی مدد سے اپنی سپاہ کو کسی آنے والی جنگ میں نام و نمود فتح حاصل کرنے کے قابل بنانے کے لیئے بہت کوشش کی تھی۔ حیدر علی نے اسکی آڑ لینے کا ارادہ کیا۔ اس لئے اُس نے سرزمین سندا کو جو بیدنور کے شمال میں واقع تھی۔ فتح کر کے چندا صاحب کی مدد کر نیز بالاجی باجی راؤ کی وفات پر اس کا بیٹا مادھو راؤ پیشوا ہوا۔ یہ ۱۷۶۱ء کا واقعہ ہے۔ وہ ایک قابل اور

جفا کش فرمانروا تھا۔ اور حیدر علی کو یہ بھی معلوم تھا کہ اس نے اس کی جو کچھ حقارت کی تھی اُسے وہ ہرگز گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ وہ حیدر علی سے ضرور اس کا بدلہ لیتا۔

مادھوراؤ نے گدی پر بیٹھتے ہی فوجی تیاریاں شروع کیں۔ اور اُس نے حیدر علی کے پاس پیغام بھیجا کہ جس قدر ملک اُس نے غضب کر لیا ہے اُس پر سے اپنا قبضہ اُٹھا لے۔ دریائے تنگبھدرا کے اس کنارہ پر نواب سوانور کا قلعہ دھارواڑ واقع تھا۔ حیدر علی نے مادھوراؤ کی فوجی تیاریوں کا حال معلوم کرکے نواب سوانور سے التجا کی۔ کہ وہ اسکا طرفدار ہو جائے۔ لیکن جب اس میں کامیابی نہ ہو سکی تو اُس نے قلعہ دھارواڑ پر چڑھائی کرکے نواب سوانور کا سارا ملک تحس نحس کر دیا۔ اور دھارواڑ پر قبضہ کر لیا۔

مادھوراؤ پیشوا کو حیدر علی کی اس حرکت پر اور بھی غصہ آیا۔ اُس نے میرج کے فرمانروا گوپال راؤ کو حیدر علی کی سپاہ پر حملہ کرنے کے لئے مجبور کیا۔ حالانکہ گوپال راؤ فوج کثیر لیکر میدان جنگ میں آیا تھا لیکن حیدر علی کی قلیل مگر جانباز فوج کے مقابلہ میں اُس نے شکست فاش کھائی۔

مادھوراؤ پیشوا نے گوپال راؤ کی شکست پر ایک بڑی بھاری فوج حیدر علی کو زیر کرنے کے لئے روانہ کی۔ حیدر علی نے بھی جب جنگ ٹلتی نہ دیکھی۔ تو اپنی سپاہ کو میدان میں لاکر کھڑا کر دیا۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ رٹی ہلی کے میدان میں ہوا جو سوانور کے جنوب میں واقع ہے۔ حیدر علی کے پاس فوج بڑی قواعد داں اور جانباز تھی۔ لیکن مقدار میں مرہٹہ سپاہ کے مقابلہ میں کوئی دسواں حصہ تھی اس لئے حیدر علی کو شکست نصیب ہوئی۔ اور اسکی سپاہ کا ایک بڑا حصہ میدان جنگ میں کام آیا اس جنگ میں حیدر علی پر سخت آفتیں نازل ہوئیں۔ وہ دل شکستہ ہو ایک رسالہ لیکے بھاگ کر بیدنور پہنچا اگرچہ موسم برسات کے شروع ہو جانے سے مادھوراؤ کی فوج اسکا تعاقب نہ کر سکی تاہم اس نے کچھ دن بعد دریائے تنگبھدرا کو عبور کرکے حیدر علی کو چاروں طرف سے محصور کر لیا۔ جسے دیکھکر حیدر علی نے اپنے خاندان اور خزانہ کو سرنگاپٹم روانہ کر دیا۔ اور مادھوراؤ سے صلح کا جویاں اور طالب ہوا۔

مادھوراؤ نے صلح مندرجہ ذیل شرائط منظور کر لی۔ کہ

(۱) حیدر علی اُس ملک کو فرمانروا مرار جی راؤ کا تھا اُسے اُس کے حوالہ کر دے۔

(۲) سوانور پر مرہٹوں کا قبضہ ہو جانا چاہیئے۔

(۳) بتیس لاکھ روپیہ اخراجات جنگ کے عوض حیدر علی کو دینا چاہیئے۔

(۴) حیدر علی کے قبضہ میں سیرا اور وہ ملک جو اُسے پالیگاروں سے فتح کیا رہنا چاہیئے

# باب ٦

## ملابار کا فتح کیا جانا

اگرچہ حیدر علی کا ستارہ اس وقت معرض زوال میں نظر آتا تھا۔ تاہم اُس نے نئے ملک فتح کرنے کا منصوبہ باندھا۔ مرہٹوں کی فتح کے باعث میسور کے جنوبی حصہ میں بغاوت ہو گئی تھی حیدر علی نے بڑی کوشش و جانفشانی سے اس بغاوت کو بہت جلد فرو کر دیا۔ اور جونہی کہ اسے ذرا اطمینان حاصل ہوا۔ اُس نے ملابار پر اس حیلہ سے قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ کہ وہ اصل ریاست بیدنور کا ایک حصہ تھا۔ اہل یورپ اس قطعہ ملک سے پہلے پہل واسکوڈی گاما کی سیاحت کے باعث واقف ہوئے تھے۔

اس سرزمین کا نام دراصل کرالا تھا۔ جنوبی ہند کے لوگ کہتے ہیں۔ کہ اس سرزمین پر ایک فرمانروا کا قبضہ تھا۔ جس کا نام پیرومل چیرامن بتایا جاتا ہے۔ یہ فرمانروا دراصل چیرا خاندان کا نائب الملک تھا۔ چیرا خاندان کے قبضہ میں وہ ملک تھا۔ جو مغربی گھاٹ کے مغرب کو ہے۔ اور جس کی شمالی حد ضلع شمالی کنارا کے مقام گوکرنم سے لیکر جنوبی حد دا قدراس تک تھی۔ کرالا کا نائب الملک ۸۲۲ء میں مسلمان ہو کر مکہ کو چلا گیا۔ روانگی کے وقت اس نے اپنے ملک کو اپنے سرداروں میں تقسیم کر دیا تھا۔

اس نے چیراکل کے سردار کو اپنے ملک کا شمالی حصہ اور اپنا تاج دے دیا تھا۔ دینیات کے سردار کو جس کا لقب پوتایا وار تھا۔ اور جو ٹراونکور کے راجاؤں کا جد امجد ہوا ہے اس نے جنوبی حصہ دیا تھا۔ پیرم پیاپا کے سردار کو اس نے جو اس کا بیٹا تھا۔ کرچین دیا تھا۔ اور زمورن کو اتنی طول اور اس قدر ملک جتنے میں کہ ایک کتے کے کاؤں کاؤں کرنے کی آواز سنائی دے سکے۔

جنوبی ہند کے اس حصہ میں ملایالم زبان بولی جاتی ہے جو تامل زبان سے بہت کچھ مشابہ ہے اس ملک میں زمانہ قدیم سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ فرمانروا کا بیٹا یا بیٹی اُس کے بعد گدی پر نہیں بیٹھتا تھا۔ بلکہ بہن کا بیٹا یا بیٹی۔ اور اگر بہن کی اولاد نہیں ہوتی تھی۔ تو عورتیں فرمانروا بنائی جاتی تھیں۔ زمانہ قدیم سے آجتک اس ملک میں ایک عجیب رسم یہ چلی آتی ہے کہ نیر قوم کی ایک عورت

کئی بھائیوں کی بیوی بن کر رہتی ہے۔ جب ایک بھائی اُس سے ہم بستر ہوتا ہے تو اپنی جوتیاں دروازے پر اتار جاتا ہے جس سے دوسروں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ مشترکہ بیوی کیساتھ ہم بستر ہے۔ یہ رسم اُن میں پانڈوں سے آئی تھی۔ جن کی ایک بیوی درو پدی تھی۔

اہل عرب اِس حصہ ملک کے لوگوں سے قدیم زمانہ سے تجارت کرنے لگے تھے جس کے باعث اِس ملک میں اسلام پھیل گیا تھا۔ اور وہاں کی نسل مخلوط ہو گئی۔ وہ نیم عرب اور نیم ہندی تھی اور اِن کا لقب ماپلا پڑ گیا تھا۔ ماپلا بعضوں کے خیال کے موافق ما (والده) اور پلا سے نکلا ہے اور بعضوں کی رائے کے موافق موفا اور پلا سے نکلا ہے کیونکہ اُن کے خیال سے اس قوم کے باپ اہل عرب تھے اِس قوم کے لوگ بڑے جفاکش مگر متعصب اور دیوانے ہوتے ہیں۔

چیرا کل کال جسے کولاتی تیری بھی کہتے ہیں۔ اِس کے سردار کا ایک شخص باجگزار تھا اسکا نام علی رضا تھا۔ اور وہ قصبہ کنانور میں حکمرانی کرتا تھا۔ وہ اپنے سردار کی غلامی سے نکلکر خود مختار ہونا چاہتا تھا۔ اِس لیئے اُس نے حیدر علی کو اپنی مدد کے لیئے بلایا۔ حیدر علی کی فوج نے ۱۷۵۷ء میں زمورن کے خلاف راجہ پالا گھاٹ کی مدد فوج سے کی تھی۔ اِس وقت زمورن نے بھی حیدر علی کی فوج سے کام لیا تھا۔ اور اِس کے صلہ میں حیدر علی کو بہت سا روپیہ دینے کا وعدہ کیا تھا جو اس وقت تک ادا نہیں ہو سکا تھا۔ حیدر علی نے ان دونوں باتوں کے باعث اِس ملک پر چڑھائی کر دی لیکن راستہ ایک گھنے جنگل میں ہو کر تھا اور نیر قوم اسکی فوج کے گذرنے میں مزاحم ہوئی جس کے باعث فوج کا بہت کچھ نقصان ہوا۔ لیکن بدشواری تمام وہ اُس ملک سے نکلکر کالی کٹ جا پہنچا اور زمورن نے اسکی اطاعت قبول کر لی۔ اس پر حیدر علی اُس سے مہربانی سے پیش آیا اور چالیس ہزار روپیہ فوجی اخراجات کے لیئے مانگا۔ مگر اُسے کسی وجہ سے زمورن کی طرف سے شک پیدا ہو گیا کہ وہ بغاوت کریگا۔ اِس لیئے اس نے کالی کٹ پر قبضہ کر لیا۔ اتفاق سے زمورن کو روپیہ ادا کرنے میں دیر لگی اِس لیئے حیدر علی نے اُسے اور اِس کے وزیر کو قید کر لیا۔ اور وزیر پر سخت عذاب کیئے۔

زمورن نے اِس خوف سے کہ کہیں اِسکے ساتھ بھی تشدد نہ کیا جائے اپنے مکان میں آگ لگا لی۔ اور اُس میں جل کر مر گیا۔ کوچین اور پال گھاٹ کے سرداروں نے بھی فی الفور اطاعت قبول کر لی۔ حیدر علی نے کالی کٹ کے قلعہ میں فوج مقرر کر کے کوئمبتور کا رخ کیا۔ ابھی اُسے وہاں سے ہوئے کوئی تین ماہ گذرے تھے کہ نیر قوم نے سر اٹھایا۔ جس کے باعث اُسے وہاں جلد واپس آنا پڑا۔

حیدر علی کے سپہ سالار رضا صاحب نے نیر قوم کی بغاوت کا حال سنتے ہی کوچ کر دیا اور

ان کی سرکوبی کے لیئے چلدیا۔ مگر جب وہ اُن کے ملک میں پہونچا۔ تو اُنہوں نے اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ جس کے باعث وہ نہ آگے بڑھ سکا اور نہ پیچھے ہٹ سکا۔ اگرچہ برسات کے باعث ملک میں سیلاب آ رہا تھا۔ اور فوج کو گلے گلے پانی میں ہو کر اور پہاڑوں پر سے گذرنا پڑا۔ لیکن حیدر علی اُنکے ملک میں جا پہونچا۔ نیئر قوم کے باغیوں نے ایک جگہ مورچہ باندھ رکھا تھا۔ اور اسکے پیچھے ایک جماعت کثیر تاک میں لگی ہوئی تھی۔

جس وقت حیدر علی کی ہاری تھکی فوج اُس مورچہ کے قریب پہونچی تو باغیوں نے اچانک اُس پر حملہ کیا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ مگر حیدر علی کی بہت سی فوج کٹ گئی۔ حیدر علی کی فوج میں ایک فرانسیسی افسر تھا۔ وہ بڑا مرد میدان اور قابل سپہ سالار تھا۔ اس نے شکست خوردہ فوج میں سے ایک دستہ انتخاب کیا۔ اور اسے لیکر نیئر قوم کا مقابلہ کیا۔ اور فوج کو اس طریقہ سے لڑا تا رہا کہ باغیوں کو شکست ہو گئی۔

جب حیدر علی نے باغیوں پر فتح پالی تو اُس نے ظلم سے کام لیا۔ جس قدر باغی جنگ میں گرفتار کیئے گئے تھے۔ ان سبھوں کو بڑی بے رحمی سے قتل کرا دیا۔ اور پچاسی دیوانی بلیقوں کو قید کر کے وہ میسور کے میدان میں لے گیا۔ جہاں پہونچتے پہونچتے سینکڑوں جانیں تکلیف اور فاقہ کشی کے مارے ضایع ہو گئیں۔

# باب (۷)

## مرہٹوں کا پھر میسور پر حملہ کرنا

راجہ چکا کرشنا راج سنہ ۱۷۶۶ء میں فوت ہو گیا۔ حیدر علی نے اس کے بڑے بیٹے نانراج کو اُسکی جگہ گدی پر بٹھایا۔ مگر اسے کسی قسم کے اختیارات نہ دیئے۔ جب وہ میسور واپس آیا۔ تو اُسے معلوم ہوا کہ نانراج خود مختار ہو جانے کی فکر ہے۔ اس پر حیدر علی نے اُسکی ذاتی جاید اد کو ضبط کر لیا۔ اسکے محل کو لٹوا دیا۔ اور اسکے خانگی امور کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

حیدر علی کو اس وقت یہ سوجھا۔ کہ میسور کا حکمران بنتے ہی اُس پر سارے مرہٹے جنہوں نے سنہ ۱۷۶۵ء میں شکست فاش دی تھی پھر چڑھ آئینگے۔ اسکی کوتاہ اندیشی کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرہٹہ [illegible]

اس پر چڑھ آیا۔ مادھوراؤ نے نظام سے میل کر لیا۔ اور فوج لیکر میسور پر حملہ کرنیکے لئے چل دیا
اگرچہ حیدر علی نے نواب ارکاٹ کے بڑے بھائی محفوظ خان کو اس کے پاس کچھ شرائط لیکر روانہ کیا
لیکن اس نے ایک نہ مانی۔ بلکہ آگے ہی کو بڑھتا چلا گیا۔

جب حیدر علی نے دیکھا کہ غنیم چڑھا چلا آتا ہے۔ تو اس نے اسکے روکنے کی تدبیریں اختیار
کیں۔ تالابوں کے پشتے توڑ دیئے۔ اور کنوؤں میں زہر گھلوا دیا۔ اور کسانوں کو ملک سے بھگا کر
کھیتوں کو اجاڑ ڈالا۔ تاکہ پانی اور رسد کی کمی کے باعث غنیم خود ہی لوٹ جائے لیکن ضدی پیشوا نے
ہمت نہ ہاری۔ بلکہ کوشش کر کرا کے وہ سیرا جا پہنچا۔ جہاں حیدر علی کا بہنوئی میر علی رضا
خان حکمرانی کرتا تھا۔ علی رضا خان نے اپنی کمزوری کے باعث مادھوراؤ کے سامنے سر جھکا دیا اور قلعہ اسکے
حوالہ کر دیا۔ اور اس کے صلہ میں گرم کنڈا کا ضلع منظور کر لیا۔ وہ حیدر علی سے پھر گیا۔ اور مرہٹہ
غنیم سے جا ملا۔ حیدر علی کو اسکی اس دغا بازی سے بڑی ہی مایوسی ہوئی۔

اس وقت حیدر علی کے حواس باختہ کسی طرح جمع نہیں ہو سکتے۔ اور نہ اسے کوئی تدبیر ہی
آتی تھی۔ سوچتے سوچتے اس نے مادھوراؤ کے ایک معتمد سردار آپاجی رام کے پاس پیغام بھیجا کہ
وہ مادھوراؤ کو کسی طرح واپس لے جائے۔ اگر وہ ایسا کرا دے۔ تو مادھوراؤ کو تیس لاکھ روپیہ دیا جائیگا
جس کا نصف اس نے پیشتر بھیج ہی دیا۔ روپیہ کی مار بڑی ہوتی ہے۔ اس نے ۱۵ لاکھ روپیہ لیکر اور
باقی ۱۵ لاکھ کی عوض کولار کا ضلع اپنے قبضہ میں کر لیا۔ تھوڑے ہی دن بعد باقی ۱۵ لاکھ بھی
ادا کر دیا گیا۔ اور مادھوراؤ اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

# باب (۸)

## نظام اور حیدر علی کی انگریزوں پر چڑھائی

### جنگ ۱۷۶۷-۱۷۶۹ء

پیشوا کا دوست نظام جو مرہٹوں کے بعد میں خلوت سے نکل کر جلوت میں آیا۔ وہ اپنی مہم
سے کوئی نفع نہ اٹھا سکا۔ اس کے ہاتھ کچھ بھی نہ لگا۔ کیونکہ مرہٹے پہلے ہی گھر کر چکے تھے۔ اگرچہ
نظام کی انگریزی فوج تھی۔ لیکن جلوت میں آنے پر اسے معلوم ہوا کہ انگریزوں کے ساتھ دوستی توڑنا

دے۔ اور اس ملک کے لوٹنے کے لئے جو گھاٹ کے اُس پار تھا حیدر علی کو اپنا رفیق بنائے اس نے حیدر علی کو اپنی طرف ملا لیا۔ اور جب تک حیدر علی سامان نہ کر سکا۔ تب تک وہ مختلف حیلوں سے انگریزوں کی دوستی کو بالائے طاق رکھنے کی فکر کرتا رہا۔ سامان ہوتے ہی اس نے ان سے یک لخت بگاڑ کر لیا۔

حیدر علی اور نظام کی مشترکہ فوج میں ۴۲۸۶۰ سوار ۲۸۰۰۰ پیادے اور ۱۰۹ توپیں تھیں ان کو ساتھ لیکر دونوں زیریں ملک میں اُتر گئے اور جاتے ہی کرنیل جوزف اسمتھ پر جو سرحد کی حفاظت کے لئے معہ ایک فوج کے وہاں مقیم تھا۔ دھاوا بولدیا۔ حیدر علی نے انگریزی فوج کا سامان رسد بیچ میں روک دیا۔ لیکن کے کہنے پر دونوں کی فوج نے ملکر انگریزی فوج پر چنگامہ میں حملہ کیا۔ مگر انگریزی سپاہ نے خوب ہی مردانگی کے ساتھ دونو حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ جس میں حیدر علی اور نظام کی بہت سی فوج میدان جنگ میں کام آئی۔

اسی اثناء میں کرنیل وڈ صاحب کو حکم ملا کہ فوج ترچناپلی سے تراہی نوملائی چلی جائے جہاں ارکاٹ نے مدراس گورنمنٹ کو سامان رسد ملنے کا یقین دلایا تھا۔ مگر دراصل وہاں پیچ ذرا سا بھی سامان نہیں مل سکتا تھا۔ اور وہ جگہ غیر محفوظ بھی تھی۔ کرنیل اسمتھ نے ایک لڑائی حیدر علی سے لڑنے کے بعد وہاں سے کوچ کر دیا۔ تاکہ سامان جنگ مہیا کر سکے اور کرنیل وڈ سے جا ملے۔

دو انگریزوں افسروں کی ماتحت سپاہ میں ۱۰۳۰ سوار ۵۸۰۰ پیادے اور ۱۶ توپیں تھیں اُس سے حیدر علی اور نظام دونوں ساتھ ساتھ انگریزی سپاہ پر حملہ کرنیکے لئے بڑھے اور ترنی ملائی سے چھ میل کے فاصلے پر ٹھیرے جہاں حیدر علی نے ایک زبردست مورچہ تیار کرایا۔ آخرکار ۲۶ ستمبر ۱۷۶۷ء کو دونوں سپاہ کا میدان جنگ میں مقابلہ ہوا۔ اور باوجودیکہ حیدر علی اور نظام کے پاس فوج زیادہ تھی اور لڑائی میں میسور کے رسالے نے بڑی بہادری دکھلائی۔ لیکن فتح انگریزوں کی رہی اور انکے دشمن میدان سے بھاگتے وقت ۶۴ توپیں چھوڑ گئے اور مقتولوں کی تعداد جو جنگ میں کام آئے۔ حیدر علی اور نظام کی طرف ۴۱۲ سو تھی۔

موسم برسات نکلتے ہی حیدر علی نے جھٹ پٹ تیروپاتر اور وانیام بدی پر قبضہ کر کے امبر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ مگر کپتان کیلور ٹ نے اس وقت تک کہ کرنیل اسمتھ کیساتھ کمک آئی اس کا مقابلہ کیا۔ نئی انگریزی فوج جو ویلور سے کرنیل اسمتھ کے ساتھ آئی تھی۔ اُس نے وانیام بدی کے میدان میں حیدر علی کی فوج پر حملہ کیا جسے خالی کر کے حیدر علی وہاں سے چلے

چلتے وقت اس نے سنا۔ کہ ایک بڑی رسد انگریزوں کی طرف جا رہی ہے۔ اُس نے اُس پر راستہ میں حملہ کر دیا۔ مگر معرکہ میں اس کے کئی افسر کام آئے۔ اور خود اس کا گھوڑا مارا گیا۔ اور بمشکل اپنی جان بچا سکا۔

حیدر علی ایک تو اپنی شکست کے باعث جنگ جاری نہ رکھ سکا۔ دوسرے نظام کی دغا بازی سے اُسے بڑی مایوسی ہوئی۔ کیونکہ انگریزوں نے جونہی کہ نظام کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ ایک بڑی انگریزی فوج کرنیل پیچ کی زیر کمان اسکے ملک پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کی جاتی ہے اُس نے حیدر علی کی دوستی کو خیرباد کہہ کر اسے معرض خطر میں چھوڑ دیا اور خود الگ ہو گیا۔ نظام نے چپکے سے انگریزوں کے ساتھ صلح کر لی اور شمال کی طرف کو چلا گیا۔ مگر حیدر علی نے اپنا توپخانہ اپنے بیٹے ٹیپو کی زیر کمان آگے روانہ کیا۔ اور خود اس کے پیچھے پیچھے چل دیا اور وہاں سے آگے بڑھ کر مغرب کی طرف بڑھ کر ساحل پر قبضہ کرے۔ اسکی غیر حاضری میں مالابار کے نیر فرقہ نے انگریزوں کی تحریک سے علم بغاوت بلند کر دیا۔ انگریزوں نے ایک فوج بھی ان کی ہمت بڑھانے کے لئے روانہ کی جس نے منگلور جا پہنچا۔ اور اُس پر آسانی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔ انگریزی فوج وہاں سے چلتی ہوئی۔ اور سامان رسد۔ توپیں اور خزانہ بھی چھوڑ گئی۔ اسکے بعد حیدر علی اپنے صدر مقام کو واپس چلا گیا۔ اور راستہ میں بیدنور ہوتا ہوا گیا۔ جہاں کے زمینداروں نے انگریزوں کو سامان رسد دیا تھا۔ اُس نے اُن سے تاوان وصول ہو گیا۔

جب حیدر علی مشرقی سرحد پر سے چلا گیا۔ تو انگریزوں نے ایک بڑی فوج روانہ کرنے کا قصد کیا۔ جسے یہ حکم دیا گیا۔ کہ وہ ان مقامات پر جو بارہ محل میں واقع ہیں۔ اور جو نگل تک پھیلے گئے ہیں اور جن پر حیدر علی نے قبضہ کر لیا ہے۔ انگریزوں کا قبضہ کرا دے۔ اس کام پر کرنیل وڈ مامور کیا گیا۔ اُس نے ایک ایک کر کے سارے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ اور پھر آگے بڑھ کر کرنیل اسمتھ کی فوج سے جا ملنے کی کوشش کی۔ کرنیل اسمتھ کرشناگری پر قبضہ کرنے کے بعد میسور کی طرف بڑھتا جاتا تھا۔ اُس نے مولباگل۔ کولار اور ہوسکر پر قبضہ کر لیا تھا۔

کرنیل اسمتھ کے ساتھ مدراس کونسل کے دو ممبر بھی تھے اور اُسے حکم دیا گیا کہ جو شہر فتح کیا جائے اسکی مالگذاری محمد علی نواب ارکاٹ کی خراج اور مرضی کے موافق وصول کیا جائے۔ نواب محمد علی اُس ملک پر حکمرانی کرنا چاہتا تھا جو حیدر علی سے چھینا جائے۔ مدراس گورنمنٹ نے یہ رائے قائم کر لی تھی۔ کہ بنگلور اور سرنگاپٹم پر چڑھائی کی جائے۔ اگرچہ مسٹر ... ترتیب

ویکر کرنیل اسمتھ کے ساتھ ملابار گیا تھا۔

فوجی نقل و حرکت میں تاخیر ہونے کے باعث حیدر علی بنگلور جا پہونچا اور انگریز ہمیں کھڑے رہ گئے۔ اُس نے وہاں پہونچتے ہی رات کو مراری راؤ کے لشکر پر چھاپہ مارا۔ مگر اس میں اُسے ناکامیابی رہی اس لیئے اُس نے اپنے خاندان اور خزانے کو سوانور گ بھیجدیا۔ جو بنگلور سے ۱۸ میل مغرب کو ایک مضبوط مقام تھا۔ اُسے یقین کامل ہو گیا تھا۔ کہ بنگلور پر ضرور چڑھائی کی جائے گی۔

حیدر علی نے کرنیل وڈ کی فوج کی پیشقدمی کو روکنے کی کوشش کی۔ مگر اس میں اُسے کامیابی نہ ہوئی۔ اس لیئے وہ گھبراکر وہاں سے بھاگا۔ اور کرم کوندا اپنے بہنوئی کے پاس پہونچا۔ اور اس سے مدد مانگی۔ وہاں سے مدد لیکر وہ کولار کی طرف بڑھا۔ اُسے یقین ہو چکا تھا کہ بنگلور پر حملہ کیا جائیگا اس لیئے اُس نے صلح کی درخواست کی۔ اور انگریزوں کو بارہ محل کا علاقہ واپس دینے اور ساتھ دس لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن اس نے نواب محمد علی کو جس سے وہ سخت نفرت رکھتا تھا کچھ بھی نہ دینا چاہا۔ مگر انگریزوں نے قبول نہ کیا۔ بلکہ وہ اُس سے بھی زیادہ ملک مانگتے تھے۔ جتنا کہ وہ دینا چاہتا تھا۔ مزید برآں وہ اُسے نظام کو خراج دینے پر مجبور کرنے لگے اس لیئے پھر جنگ کی تیاریاں شروع ہوئیں۔

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ کھولیا گل پر کرنیل اسمتھ نے قبضہ کر لیا تھا۔ جس کے بعد وہ مدراس چلا گیا تھا اس کی غیر حاضری میں کونسل کے دونوں ممبروں نے اسکی فوج کو وہاں سے ہٹاکر وہاں محمد علی کی فوج کو مقرر کر دیا۔ جب حیدر علی کرم کوندا سے واپس تو اس نے محمد علی کے کمانیر کو اپنی طرف ملاکر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس پر کرنیل وڈ اس کے مقابلہ کے لیئے بڑھا۔ اسے حیدر علی کی موجودگی کی خبر نہ تھی۔ کرنیل وڈ نے قلعہ کے نچلے حصہ پر قبضہ کر لیا۔ مگر اوپر کے حصے پر نہ کر سکا۔ صبح ہوتے ہی پیچھے سے حیدر علی کی فوج نے چڑھائی کر دی۔ جس میں انگریزی سپاہ تباہ ہو گئی اور وہ میدان سے بھاگنے ہی کو تھی کہ کپتان برک چار کمپنیاں لیکر مدد کو آگیا۔

اس موقع پر سپاہ میسور کو شبہ ہو گیا۔ کہ کرنیل وڈ کی مدد کے لئے کرنیل اسمتھ آگیا کیونکہ کپتان برک نے اپنی سپاہ کو کرنیل اسمتھ کا نام زور زور سے لینے کی ہدایت کی۔ سپاہ میسور قریب تھی آکر پیچھے کو ہٹ گئی۔ جس سے کرنیل وڈ کو ایک اچھے موقع پر اپنی فوج کو جما دینے کا موقع مل گیا۔ مگر حیدر علی نے جو ایک بے چین طبیعت کا آدمی تھا۔ اور جنگ و جدل کا شوقین کرنیل وڈ کی فوج

ہم جو ایک پہاڑی پر تھی اپنے رسالہ سے حملہ کیا۔ اس جنگ میں طرفین سے بے شمار آدمی مارے گئے۔ مگر حیدر علی کو کرنیل وڈ نے پسپا کر دیا۔ حیدر علی کی سپاہ کے پیچھے ہٹتے ہی کرنیل اسمتھ کے پاس سے مدد طلب کی مگر قبل اسکے کرنیل اسمتھ وہاں پہونچے۔ حیدر علی معہ سپاہ کے وہاں سے چلدیا۔

اس وقت انگریزوں کو معلوم ہوگیا۔ کہ حیدر علی کو وہ اپنی تھوڑی سی سپاہ سے مغلوب نہیں کر سکتے اور نہ بنگلور پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ اور نہ حیدر علی کھلے میدان میں مقابلہ کریگا۔ کیونکہ وہ کبھی یہاں اور کبھی وہاں اپنے رسالہ سے اوپر چھاپے مارتا تھا۔ وہ جدھر کو نکل جاتا ادھر ہی ملک کو تباہ کر ڈالتا۔ تاکہ انگریزوں کو سامان رسد نہ مل سکے گورنمنٹ مدراس کو امید تھی باوجود رسد کی کمی۔ اور فوج کی قلت کے کرنیل اسمتھ دشمن کو مغلوب کر سکتا ہے اور جب کرنیل اسمتھ کسی طرح پر بھی حیدر علی کو کھلے میدان میں مقابل ہونے پر آمادہ نہ کر سکا۔ تو گورنمنٹ مدراس اس سے ناخوش ہو گئی۔ ادھر نواب محمد علی بھی انگریزوں کو وہ مدد نہ دے سکا جسکے دینے کا اس نے اُس سے وعدہ کیا تھا۔

مذکور بالا وجوہات کے باعث گورنمنٹ مدراس نے کرنیل اسمتھ کو واپس بلالیا۔ اور فوج کی کمان کرنیل وڈ کے سپرد کر دی۔ کرنیل اسمتھ کا میدان جنگ سے رخصت ہونا تھا۔ کہ حیدر علی نے ہوسُر کا محاصرہ کر لیا۔ اس پر کرنیل وڈ نے بھاری توپوں اور سامان جنگ کو کپتان الگزینڈر کے پاس باگلور میں چھوڑ کر جہاں وہ محمد علی کی سپاہ کی کمان کر رہا تھا ہوسر پر حملہ کیا حیدر علی نے خبر پاتے ہی ہوسر کا محاصرہ اٹھا دیا۔ اور کرنیل وڈ کی قیامگاہ اور باگلور کے بیچ میں ایک مقام پر جا چھپا۔ اُس نے وہاں سے باگلور پر یورش کی اور باوجود حیا تکا مقابلہ کے وہ انگریزی فوج پر غالب آگیا۔ اور کرنیل وڈ کی توپیں اور گولہ بارود چھین کرلے گیا۔ جنہیں اس نے بنگلور پہنچا دیا۔ کرنیل وڈ نے کمک لاتے ہی وہاں سے پیچھے ہٹا تھا۔ کہ اسے حیدر علی کی فوج نے چار دنطرف سے محصور کر لیا۔ اور اسکی فوج پر گولوں کا مینہ برسنے لگا۔ جس سے صفیں کی صفیں برباد ہو گئیں کرنیل وڈ بھاگتا جاتا تھا۔ اور حیدر علی کی فوج اسے گھیر گھیر کر مارتی جاتی تھی۔ سامان جنگ کی کمی کے باعث دیسی سپاہ بالکل ہمت ہار گئی تھی۔ مگر میجر فٹزجیرلڈ جو وینکاٹاگیری میں موجود تھا کرنیل وڈ کی مدد کے لئے آموجود ہوا۔ جس سے اسکی سپاہ بالکل تباہ ہونے سے بچ گئی۔ اس شکست کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کرنیل وڈ کو بھی مدراس واپس بلالیا گیا۔ اور اُس کی جگہ کرنیل لینگ کو میدان جنگ کی سپاہ کی کمان سپرد کی گئی۔

جب انگریزوں کی طرف سے بنگلور پر قبضہ کرنے کے لئے یہ تدبیریں ہو رہی تھیں تو حیدر علی نے اپنے نائب فضل اللہ خاں کو سرنگاپٹم ہتی فوج بھرتی کرنے کے لئے روانہ کیا۔ تاکہ وہ انگریزوں سے اچھی طرح بدلہ لے سکے۔ جب فضل اللہ خاں کافی تعداد فوج کی بھرتی کر چکا۔ تو اسے حیدر علی نے ماہ نومبر ۱۷۶۸ء کو ایک سپاہ کثیر کی کمان سپرد کر کے درہ گجل ہٹی پر روانہ کیا کہ وہ وہاں انگریزوں کی چوکیوں کو تباہ کر کے اپنا قبضہ کرے۔ اور اس کے کوئی ایک ماہ بعد حیدر علی نے اپنی باقی ماندہ فوج کا ایک بہت بڑا حصہ اس کی کمک کے لئے روانہ کر دیا۔

فضل اللہ خاں جب وہاں پہونچا۔ تو اس کا کسی نے مقابلہ نہ کیا۔ اور اس نے ان چوکیوں پر قبضہ کر لیا۔ حیدر علی نے دوسری جانب سے ضلع کوئمبتور میں داخل ہو کر کرور پر قبضہ کر لیا اور وہاں اروڈ پر دھاوا کیا۔ حیدر علی جب اروڈ پر چڑھا چلا رہا تھا تو کپتان نکسن نے یہ سمجھ کر کہ فضل اللہ خاں چڑھائی کر کے آ رہا ہے اس کا مقابلہ کیا۔ کیا حیدر کی فوج نے جسمیں ۱۲ ہزار سوار اور بہت سے پیادے تھے۔ کپتان نکسن کو شکست فاش دی۔ اسکی فوج میں کوئی ایسا نہ رہا۔ کہ جس کے زخم نہ آئے ہوں۔ مزید برآں ایک بڑی جماعت خاک و خون میں تڑپ رہی تھی حیدر علی نے آگے بڑھ کر اروڈ پر قبضہ کر لیا۔ انگریزی نائب کمانیر جو دنیامباڑی میں مقیم تھا اور جس نے اس معرکہ کے ایک سال پہلے یہ شرط کی تھی۔ کہ وہ جنگ میں شریک نہ ہوگا۔ اس پر وعدہ خلافی کے صلہ میں حیدر علی نے چڑھائی کر کے اسے گرفتار کر لیا۔ اور سرنگاپٹم بھیجدیا۔ جہاں وہ فاقہ کشی اور مصائب کے باعث فوت ہو گیا۔ اس طرح پر حیدر علی نے وہ سارا ملک جو مغربی گھاٹ کے جنوب میں واقع تھا۔ اور جس پر انگریزوں نے زبردستی قبضہ کر لیا تھا فتح کر لیا اسکے بعد وہ ایک بڑی کثیر سپاہ لیکر مدراس پر چڑھائی کرنیکے لئے روانہ ہوا۔ انگریزوں کو بڑا ہی خوف دامنگیر ہوا۔ اور کپتان برک صاحب کو اس کے پاس صلح کا پیغام دیکر روانہ کیا۔

جس وقت حیدر علی اور کپتان برک میں گفتگو ہوئی۔ تو اس نے یہ سمجھ کر کہ انگریزوں کی دوستی میں زیادہ نفع ہے نہ کہ ان کی دشمنی میں۔ شرائط صلح منظور کر لیں۔ مگر اس نے نواب محمد علی کے ساتھ کوئی رعایت کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ اس خود غرض نواب نے بلا وجہ اس کی رعایا کو بہکایا تھا۔ نواب محمد علی کا مدراس کی کونسل میں بڑا رسوخ تھا۔ اس لئے اس نامہ و پیغام اور گفتگو کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اس پر حیدر علی نے کپتان برک کو یہ کہکر رخصت کیا کہ میں مدراس کے پھاٹک پر اب پہونچتا ہوں۔ اور وہاں پہونچکر گورنر صاحب اور کونسل کی

اس کو غور سے سنوں گا۔"

حیدر علی ایک شیر دل اور نڈر شخص تھا۔ اُس نے ایک ترکیب سے انگریزوں پر اپنا رعب بٹھانا چاہا۔ اُس نے اپنی فوج کو درّے اتھور میں ہو کر واپس جانے کا حکم دیا۔ اور اپنے ساتھ ۶ ہزار سوار اور کچھ پیادے لیکر مدراس کی طرف بڑھا۔ اور ساڑھے تین دن میں ۱۳۰ میل طے کر کے مدراس کے پانچ میل اس طرف کوہ سینٹ ٹامس پر جا پہونچا۔ یہاں سے شکر اللہ اُس نے انگریزوں کے پاس پیغام بھیجا کہ میں انکی شرائط سننے آیا ہوں۔ اس پر اسکے پاس ایم ڈوپری صاحب کو روانہ کیا گیا۔ اور ملاقات کے بعد گفتگو شروع ہوئی۔

سب سے پہلی بات حیدر علی کی طرف سے یہ پیش کی گئی۔ کہ حیدر علی اور انگریزوں میں یہ شرط ہوجانی چاہیے۔ کہ اگر مرہٹے دونوں میں سے کسی ملک پر چڑھائی کریں۔ تو دونوں ملکر اسکا مقابلہ کریں گے چنانچہ گفتگو ختم ہونے پر ۲۹۔ ماہ مارچ ۱۷۶۹ء کو ایک عہدنامہ ہوگیا۔ جس کی رو سے ایک دوسرے کا ملک جس پر کہ جنگ میں قبضہ کر لیا گیا۔ واپس کر دیا۔ صلح کے وقت کرور پر نواب محمد علی کا قبضہ تھا۔ مگر صلح ہوجانے کے بعد اس پر حیدر علی کا قبضہ تسلیم کیا گیا۔

اس عہدنامہ میں جس قدر عقلمندی اور فہم و فراست کا اظہار حیدر علی کیجانب سے ہوا اُس سے صاف طور پر عیاں ہوتا ہے۔ کہ وہ ایک نادر زمانہ مدبر تھا۔ اور اس کی تدبیریں اور تجویزیں بڑی ہی زوردار اور معقول تھیں۔ مدراس گورنمنٹ کو اُسکے مقابلہ میں مدبرانہ حیثیت سے بھی ہار ہا اس عہدنامے کے متعلق ایک دل خوش کن اور ظرافت آمیز بات جو ایک فرانسیسی مصنف نے حسد سے لکھی ہے یہ تھی کہ وہ حیدر علی کے ایما سے ایک تصویر ظرافتی تیار کرکے مورٹ سینٹ جارج کے پھاٹک پر لگائی گئی تھی۔ جس میں گورنر اور اُسکی کونسل حیدر علی کے پاؤں پر سر رکھے ہوئے تھے اور حیدر علی کے ہاتھ میں مسٹر ڈوپری کی ناک تھی۔ جو ہاتھی کی سونڈ کی مانند بنائی گئی تھی۔ اور اُس میں سے روپیہ گر رہے تھے۔ کرنیل اسمتھ کے ہاتھ میں عہدنامہ تھا۔ اور وہ اپنی تلوار کو دو ٹکڑے کر رہا تھا۔"

# باب (۹)

## مرہٹوں کی چوتھی چڑھائی میسور پر

انگریزوں کے ساتھ عہدنامہ ہوجانے پر حیدر علی کو مرہٹوں کی چوتھی چڑھائی کا مقابلہ کرنے کیلیے

تیاریاں کرنی پڑیں۔ نظام علی نظام الملک کو اپنے بھائی بصالت جنگ کا کھٹکا لگا رہتا
تھا۔ اُس نے اس کے خلاف حیدر علی کو آمادہ کیا۔ حیدر علی کو بصالت جنگ کی امداد اور دوستی
کا کچھ ایسا یقین ہو گیا۔ کہ اُس نے فوج کشی کر کے نوابان کڈپا۔ کرنول اور سیرا کے ماتحت امراء سے
خراج وصول کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اُس نے ان ملکوں سے خراج وصول کر کے اپنا خزانہ بھر لیا۔ اور
پھر پیشوا کی سپاہ کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں کیں۔ اور ساتھ ہی انگریزوں سے امداد طلب کی۔ مگر
انگریزوں نے اس کی امداد نہیں کی۔ اس لئے حیدر علی کو تن تنہا مرہٹوں کے مقابلہ میں آنا پڑا۔

اگرچہ حیدر علی حوصلہ کر بیٹھا۔ لیکن وہ کھلے میدان میں مرہٹوں کی فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتا
تھا۔ اس لئے اپنے پایہ تخت کی طرف واپس چلدیا۔ مگر ملک کو بالکل تباہ و تاراج کرتا گیا۔ اور جب
اُسے معلوم ہوا کہ مرہٹوں کے ہاتھوں اسکی شان و عظمت خاک میں مل جائیگی۔ تو اُس نے ان کے
پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ مادھو راؤ نے اس شرط پر پیغام منظور کر لیا۔ کہ حیدر علی ایک کروڑ روپیہ
نقد ادا کرے۔ یہ رقم کچھ تو اُس خراج کے تاوان کے طور پر مانگی گئی تھی۔ جو حیدر علی نے
مذکورہ بالا امراء سے وصول کیا تھا۔ اور کچھ خود میسور کے بقیہ خراج کے طور پر کیونکہ مادھو راؤ
دراصل سلطنت بیجاپور کا وارث تھا۔ اس لئے میسور سے خراج وصول کر سکتا تھا۔

حیدر علی نے اس شرط کو منظور نہیں کیا۔ اس لئے مادھو راؤ فوج لیکر چڑھ آیا۔ اُس نے
شمالی اور شرقی اضلاع پر قبضہ کر لیا۔ اور خاص خاص قلعوں میں اپنی فوج تعینات کر دی۔ البتہ
نیجاگل کے قلعہ پر دراز وقت کے ساتھ قبضہ کر سکا۔ کیونکہ وہ ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ تھا۔ مگر
اس قلعہ پر بھی چیتل درگ کے پالیگار نے تین ماہ کی جانفشانی کے بعد قبضہ کر ہی لیا۔ مادھو راؤ نے
جتنے آدمی کہ اسے قلعہ میں ملے سب کے ناک کان کٹوا دیئے۔ مگر کمانیر سردار خاں جو ایک نیک
اور جانباز شخص تھا۔ اپنی دلیری کے باعث مادھو راؤ کے ہاتھوں ندامت اٹھانے سے بچ رہا۔

مادھو راؤ نے جس طرف کا رُخ کیا۔ اسی طرف اُسے فتح نصیب ہوئی۔ لیکن وہ دوڑ بھاگ
اور فوج کشی کی تکالیف کے باعث بیمار ہو گیا۔ اور فوج کی کمان اپنے ماموں ترمبک راؤ کے
سپرد کر کے پونا چلا گیا۔ ترمبک راؤ نے اول تو گرم کونڈا فتح کیا۔ اس کے بعد مغرب کی طرف
بڑھ کر بہت سے مقامات پر قبضہ کر لیا۔ لیکن اسی اثناء میں جانباز حیدر علی نے بھی بہت سی
فوج سوار اور پیادوں کی فراہم کر لی۔ جس کی مدد سے وہ اپنے ملک کو دوسرے کے قبضہ
میں جانے سے بچا سکا۔

سرنگا پٹم سے کوئی بیس میل جانب شمال ایک پہاڑی پر ایک مندر ہے جسے میلوکوٹی کہتے ہیں۔ حیدر علی نے سعود اندرگ کے پاس کچھ ہاتھ دکھلا کر اس مندر پر قبضہ کرنا چاہا۔ حیدر علی اپنی فوج کو تو وہاں تک لے جانے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن مرہٹہ فوج اس پر زبردست پڑی۔ اس لئے اُس نے وہاں سے چلے جانے کا ارادہ کیا۔ رات کو وہ وہاں سے ایک خفیہ درے میں ہو کر سرنگا پٹم کی طرف چلدیا۔ مگر اس روز اتفاق سے شراب کثرت سے پی تھی۔ مرہٹہ فوج کو جونہی کہ حیدر علی کی سپاہ کے چلدینے کی خبر لگی۔ اس نے تعاقب کیا اور پیچھے سے گولوں کا مینہ برساتی ہوئی تعاقب میں لگ گئی۔ حیدر علی کی فوج بمشکل تمام چرکولی کی پہاڑی پر پہنچی۔ لیکن اسے مرہٹوں کے رسالے نے آدبایا۔ اور کاٹ ڈالا۔

حیدر علی نے جو یہ حال دیکھا۔ تو اپنی جان بچا کر تن تنہا وہاں سے بھاگ گیا۔ اور اس کا نائب فضل اللہ خاں بڑی دقت اور جانبازی کے ساتھ مرہٹوں کو چیر کر نکلا۔ اور دریائے کاویری کو عبور کر کے معہ تھوڑی سی سپاہ کے سرنگا پٹم پہونچ سکا۔ یہ ۵۔ مارچ ۱۷۷۲ء کا واقعہ ہے۔

مندر میلوکوٹی ایک بڑا زرخیز اور دولتمند مندر تھا۔ وہ فرقہ سری وشنو برہمنوں کا معبد تھا مرہٹوں نے لالچ میں آکر اسے خوب لوٹا۔ اس عرصہ میں حیدر علی نے اپنے پایہ تخت کو مضبوط کرلیا۔ اگرچہ مرہٹوں نے اس کا محاصرہ کیا۔ اسے فتح نہ کر سکے۔ تاہم اس کے بہت سے علاقے قبضہ کر لئے۔ حیدر علی نے صلح کر کے پندرہ لاکھ روپیہ نقد دیا۔ اور باقی کے عوض کچھ اضلاع رہن کر دیئے۔ اسی عرصہ میں اُسے معلوم ہوا۔ کہ میسور کا راجہ ناراج مرہٹوں سے ساز رکھتا ہے۔ اس لئے اس نے اُسے گدی سے اتار کر اس کی جگہ اس کے بھائی چامراج کو بٹھا دیا۔

## باب (۱۰)

## فتح کورگ

جونہی کہ حیدر علی کو مرہٹوں کی باد سے سبکدوشی حاصل ہوئی۔ انہوں نے اپنے ملک کے چند لوگوں سے بجبر خوب روپیہ وصول کیا۔ اور جب اسے یہ خبر پہنچی کہ کورگ میں شیوا اور بسوا کے مابین ریاست پر جانشینی کے جھگڑے ہو رہے ہیں۔ تو اُس نے اس موقع کو غنیمت جان کر اپنے بیٹے ٹیپو کو

اس ملک کے فتح کرنے کے لئے مامور کیا۔ جس پر مرہٹوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اور خود مالابار پر قبضہ کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ میسور اور مالابار کے بیچ میں ایک پہاڑی ملک واقع ہے۔ جسے کورگ کہتے ہیں۔ حیدر علی نے یہ سمجھ کر کہ اس ملک کو فتح کرنے سے وہ ساحل تک کا مالک ہو جائے گا اس پر ۱۷۷۳ء میں چڑھائی کی۔

کورگ ایک خوبصورت کوہستانی ملک ہے۔ اس میں گھنے جنگل پائے جاتے ہیں۔ اس کی مغربی حد مغربی گھاٹ ہے۔ اس میں ایک سخت جان اور جنگجو قوم رہتی تھی۔ اور ہر خاندان کا مکھیا اس خاندان کا فرمانروا سمجھا جاتا تھا۔ وہ کسی مزروعہ زمین میں مع اپنے رشتہ داروں اور غلاموں کے رہا کرتا تھا۔ اس ملک راجاؤں کا مذہب لنگایت تھا۔ اور وہ اپنے کو ذات کا برہمن بتلاتے تھے۔ کورگ سترھویں صدی کے شروع تک ایک خود مختار ملک بنا رہا۔ اور لوگ اپنے سرداروں کے فرمانبردار رہے۔ لیکن سترھویں صدی کے شروع میں ایک کاری خاندان کا ایک شخص ایک فقیر کے بھیس میں کورگ میں جا کر آباد ہوا۔

اس گندم نما جو فروش شخص نے رفتہ رفتہ لوگوں میں اپنا رسوخ بڑھایا۔ اور انکو اپنا مطیع و معتقد بنا لیا۔ لوگ اس کی بڑی قدر و منزلت کرنے لگے۔ وہ اسے معقول تحائف دینے لگے جس کے باعث وہ بڑا دولتمند ہو گیا۔ اور جب وہ کافی قدر و اقتدار حاصل کر چکا تو اس نے اپنے کو ہالیری کا فرمانروا بنا لیا۔ اور رفتہ رفتہ سارے ملک پر اثر ڈالکر وہ سارے کورگ کا فرمانروا بن بیٹھا۔ کورگ کی سرزمین میں جتنے راجہ تھے۔ سبھوں نے اسکی اطاعت قبول کر لی۔ اور سالانہ خراج دینے پر راضی ہو گئے۔

جب حیدر علی نے ۱۷۶۳ء میں بیدنور پر قبضہ کر لیا تو اسنے کورگ کو اس کا خراج گذار بنانا چاہا۔ اس سے پہلے ۱۷۶۵ء میں اسکے فتح کرنے کے لئے ایک فوج روانہ کی۔ لیکن ناکامیاب رہا۔ ۱۷۷۰ء میں کورگ میں وہاں کی گدی کے لئے ایک تنازع اٹھا۔ اس پر دعویداروں میں سے ایک شخص نے جس کا نام لنگراج تھا حیدر علی سے مدد مانگی۔ سو وہ فی الفور راضی ہو گیا۔ لیکن چونکہ مرہٹوں نے اس کے ملک پر حملہ کر دیا تھا۔ اس لئے وہ مجبور رہا۔ لیکن جونہی مرہٹے اسکے ملک سے واپس چلے گئے۔ وہ ایک بڑی فوج لیکر کورگ پر چڑھ گیا۔ اور دونوں دعویداروں میں سے [illegible] کورگ کے پایہ تخت مرکارا کا راجا ہو گیا۔ لیکن [illegible] جس کی حیدر علی نے طرفداری کی تھی [illegible]۔ حیدر علی نے اسے گرفتار کر کے سرنگاپٹم بھیج دیا۔ جہاں وہ قید خانے میں فوت ہو گیا۔

جونہی کہ حیدر علی نے اپنا مطلب نکال لیا۔ دونہی اس نے دنیاد کے راستے سے ایک فوج کالی کٹ[1] روانہ کی۔ اور بعجلت تمام اس نے کل ملابار کو پھر فتح کرلیا۔

# باب (۱۱)

## رگھوبا سے نامہ و پیام۔ راجہ میسور کی وفات۔ فتح بلاری و گٹی وغیرہ

جب حیدر علی ساحل سمندر پر اپنی حکومت از سر نو قایم کرنے میں مشغول تھا۔ تو اس نے ٹیپو کو ان اضلاع کی فتح کرنے پر مامور کیا۔ جو اس سے مرہٹوں نے چھین لئے تھے۔ یہ کام ۱۷۷۴ء ختم ہوچکا تھا۔ اس کے بعد حیدر علی نے اس شرط پر رگھوبا عرف رگھوناتھ راؤ کو اس شرط پر پیشوا تسلیم کرنا چاہا۔ کہ وہ میسور کا سالانہ خرچ کم کرکے ۶ لاکھ کردے۔ مگر نانا فرنویس نے جس کا نام دراصل بالاجی جنار دہن تھا۔ رگھوبا کے پیشوا بنائے جانے کی مخالفت کی۔ نارائن راؤ کے بیٹے کو پیشوا کی گدی دلانے کی کوشش کی۔ تاہم حیدر علی نے اس کی کچھ پروا نہ کی کہ حقدار کون ہے۔ آیا رگھوبا یا نرائن راؤ کا بیٹا۔ بلکہ اس صورت سے فایدہ اٹھانا چاہا۔

---

[1] بعض مصنفوں کا بیان ہے کہ جب حیدر علی کورگ کی سرحد پر پہونچا تو اس نے ایک ایک کورگی کے سر کے لئے پانسو روپیہ کا انعام مقرر کیا۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اس کے پاس ۰۰ ۷ سر لائے گئے یہ بیان درست معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کی مثال میں جنرل ایڈیباٹل کے طرز عمل کو پیش کیا ہے۔ جب یہ جنرل پشاور میں کمشنر تھا تو اس نے ایک رسالہ کے سردار کو اس شرط پر دو گاؤں انعام دینے کا وعدہ کیا جو ایک سال میں پچاس آفریدیوں کے سر اس کے سامنے لائے۔ دیکھو حیات حیدر علی و ٹیپو سلطان کا مصنف ایل۔ بی۔ بورنگ۔ سی۔ ایس آئی سابق چیف کمشنر میسور باب ا صفحہ ۲۶ کا حاشیہ۔ مسٹر بورنگ لکھتے ہیں۔ کہ جس عہد کی رو سے یہ دو گاؤں کمانڈر ایڈیباٹل نے ایک شخص کو دیئے تھے۔ اس کی ایک نقل انکے پاس موجود ہے۔

اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد کورگ میں اُن برہمن حکام کے باعث جنکو حیدر علی نے خراج
وصول کرنے پر مامور کیا تھا۔ یکایک بغاوت پھیل گئی۔ کیونکہ کورگ کی رعایا اُن ظالموں کو اپنا افسر
نہیں بنانا چاہتی تھی۔ اس لئے ملک میں ہرطرف مالکان اراضی نے علم بغاوت بلند کردیا اور
پایۂ تخت سردار کو تباہ کرڈالا۔ حیدر علی نے اُن کو مغلوب کرنیکے لئے بذات خود لشکر کشی کی اور سرغنا
تھے۔ ان کو گرفتار کرکے پھانسی دیدی۔ اور آسانی کے ساتھ بغاوت کو فرو کردیا۔

سنہ ۱۷۷۶ء میں راجہ چامراج فوت ہوگیا۔ حیدر علی نے اسکی وفات کے بعد اسکے خاندان
کے بہت سے بچوں کو ایک جگہ جمع کرکے انکے روبرو بہت سی خوبصورت چیزیں کھیلنے اور انکو اٹھا
کرنے کی ڈالدیں۔ اُن میں سے ایک نے جس کا نام چامراج تھا۔ ایک خنجر اور ایک نیبو اٹھا
لیا۔ حیدر علی نے اس کو راجہ قرار دیکر گدّی پر بٹھادیا۔

اس کے بعد حیدر علی نے بلاری کے راجہ کی جبکا لقب پالیگار تھا مدد کی۔ بلاری بھی ریاست میسور
کے شمال و مشرقی سرحد پر واقع تھا۔ اس کا راجہ بسالت جنگ کی دوستی سے منحرف ہوگیا تھا۔
اس لئے اُس نے ایم لالی فرانسیسی سپہ سالار کی زیر کمان ایک فوج اس کے مغلوب کرنیکے لئے روانہ
کی تھی۔ مگر حیدر علی نے نہایت سرعت اور مستعدی کے ساتھ لشکر کشی کی اور محاصرہ کرنیوالی
فوج پر شیر ببر کی مانند جا پڑا۔ فوجکو شکست دیکر اس نے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ اور لالی بڑی مشکل سے
اپنی جان بچاکر بھاگ گیا۔ وہاں سے حیدر علی گُٹی پر حملہ آور ہوا۔ اور اس کے فرمانروا مراری راؤ
سے خراج مانگا۔ جب مراری راؤ نے اُسے خراج دینے سے انکار کیا۔ تو اُس نے اس کے قلعہ
کا محاصرہ کرکے اُس کے زیریں حصہ پر قبضہ کرلیا۔ مگر بالائی حصہ جو ناممکن التسخیر تھا اس پر باوجود حملے
کرنے کے قابض نہ ہوسکا۔ چونکہ قلعہ میں مراری راؤ کے پاس بہت سے لوگ بند تھے۔ اس لئے
پانی کی قلت ہوگئی۔ اس پر مراری راؤ نے چپکے سے حیدر علی کے ساتھ صلح کرلینے کا ارادہ
کیا۔ لیکن اسکی خبر حیدر علی کو بھی ہوگئی۔ اور اُس نے صلح سے انکار کردیا۔

جب مراری راؤ کو حیدر علی کی طرف سے صلح کے معاملہ میں مایوسی ہوئی تو اُس نے معہ
فوج کے اطاعت قبول کرلی۔ حیدر علی نے دس لاکھ تاوان طلب کیا۔ اور کچھ ملک اپنی
سلطنت میں شامل کرلیا۔ مگر مراری راؤ کے خاندان کو سرنگاپٹم بھیجدیا۔ جہاں سے معہ انکے
کبال درگ کی ویران اور پہاڑی قلعہ میں قید کردیا گیا۔ مراری راؤ دل شکستہ اور پریشان خاطر
اسی قید میں فوت ہوگیا۔

رگھوبا نے ۱۷۷۵ء میں گورنمنٹ مدراس کو اپنی حمایت پر آمادہ کرلیا۔ اس کے بعد اس نے حیدر علی سے درخواست کی کہ وہ مرہٹوں کے اس ملک پر جو دریائے کرشنا تک چلا گیا تھا قبضہ کرے۔ مگر حیدر علی نے اس میں عجلت نہ کی۔ وہ صرف نصف حصہ پر قبضہ کرنے پایا تھا۔ کہ موسم برسات شروع ہو جانے کے باعث اُسے سرنگا پٹم واپس آنا پڑا۔

انگریزوں، رگھوبا اور حیدر علی کی دوستی کے باعث ریاست پونہ کے وزیروں اور نظام الملک نے آپس میں اتفاق کرلیا۔ اور ایک زبردست فوج حیدر علی کے قبضہ سے ملک سوانور کو نکال لینے کے لئے روانہ کی گئی۔ اس کے بعد ایک اور بھی زیادہ زبردست سپاہ معرکہ آرائی کے لئے روانہ کی گئی۔ ان فوجوں کو حیدر علی کے سپہ سالار محمد علی نے سوانور سے شمال دشمن کو بڑی چالاکی سے روک لیا۔ اور سونسی کے میدان میں اُسے شکست دی۔

محمد علی سپہ سالار میدان جنگ سے ہارے ہوئے دشمن مانند جھوٹ موٹ کو بھاگنے لگا۔ مرہٹہ سپاہ اُس کے تعاقب میں چلی۔ اور اس مقام پر جا پہونچی۔ جہاں میسور کا توپ خانہ چھپا ہوا تھا۔ اور جب توپوں نے اُن پر گولوں کا مینہ برسایا۔ تو سپاہ میں ایک گھبراہٹ مچ گئی۔ اور وہ پراگندہ ہو کر ادھر اُدھر بھاگ نکلی۔ اس پر محمد علی نے اپنے رسالہ سے اس پراگندہ فوج پر حملہ کیا۔ اور اُسے شکست فاش دی۔ اُس نے جنگ میں کئی برہمنہ سرداروں کو بھی کرلیا۔

مرہٹوں اور نظام کی دوسری فوجیں حیدر علی کے ملک پر چڑھی چلی آتی تھیں۔ مرہٹوں کی سپاہ کا کمانیر پرسورام بھاؤ پونہ سے آرہا تھا۔ اور نظام کا سپہ سالار ابراہیم خاں معہ ہزار فوج کے مشرق کی راہ سے مرہٹہ سپاہ کے لئے آرہا تھا۔ پرسورام بھاؤ نے محمد علی کی فتح کا حال سُن کر آگے بڑھنا مناسب نہ جانا۔ بلکہ پیچھے ہٹ کر دریائے کرشنا کے اُس پار چلا گیا۔ اور وہاں سے ملک کو کمک روانہ کرنے کے لئے خط روانہ کیا۔ ابراہیم خاں جسے اس کی خبر نہ تھی۔ بڑھتے بڑھتے ادونی جا پہونچا۔ ادونی قصبہ گٹی سے نزدیک تھا۔ جہاں حیدر علی کا لشکر پڑا ہوا تھا۔ اُس نے بھی محمد علی کی فتح کی پاکر نظام کے ملک میں واپس جانے کا ارادہ کرلیا۔ اور وہاں سے چلدیا۔ اسکے بعد برسات کا موسم آگیا۔ اور طرفین سے کوئی فوجی کارروائی نہ ہوسکی۔

# باب (۱۲)

## چیتل درگ کا محاصرہ اور فتح مرہٹوں سے جنگ

حیدر علی کو دونوں غنیموں کے واپس چلے جانے سے چیتل درگ کے پالیگار کی سرکوبی کا موقع مل گیا۔ اس راجہ نے جنگ میں حیدر علی کی مدد کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ واضح رہے کہ مادھوراؤ کے حملے کے وقت اس راجہ نے قلعہ نیجاگل کی لڑائی میں بڑا نام پیدا کر لیا تھا۔ چونکہ اس قلعہ پر حیدر علی کا قبضہ تھا۔ اس لئے اس کے دوسروں کے قبضہ میں چلے جانے کا حیدر علی کو سخت قلق ہوا۔ اور اُس وقت سے اُس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ اس راجہ کو ضرور نیچا دکھلا کے دم لے گا۔

پالیگار مادا کیری نائک جس فرقہ کا فرمانروا تھا۔ اُسے بیدار کہتے ہیں یہ فرقہ اپنے اصلی وطن جاوی کالدرگ واقع کڈاپا سے نقل سکونت کر کے ۱۴۷۵ء میں نواح چیتلدرگ میں آ بسا تھا۔ ان کے سرغنہ کو جس کا نام تما نا تھا۔ شاہ وجیانگر نے چیتلدرگ کا نائک مقرر کر دیا تھا اور جب ۱۵۶۴ء میں وجیانگر فتح کیا گیا۔ تو اس نائک کا بیٹا اوبانا خود مختار بن بیٹھا۔ اس کے بعد فرقہ بیدار نے اپنی سلطنت میں اور ملک بھی شامل کر لیا۔ یہاں تک کہ اُن کے قبضہ میں اتنا ملک آ گیا۔ جس کی آمدنی ۴ سے ۵ لاکھ روپیہ تھی۔

جب بیدار فرقہ کی حکمرانی برما پانائک کے ہاتھوں میں تھی۔ اس کا ملک مغلوں کے نائب سیرا کا خراجگذار ہو گیا۔ چونکہ سیرا کو جسے مرہٹے بھی سلطنت بیجاپور کا حصہ ہونے کے باعث اپنا حق سمجھتے تھے۔ حیدر علی نے فتح کر لیا تھا۔ اس لئے اس نائک کو ہر دم خطرہ رہتا تھا۔ کیونکہ حیدر علی اور مرہٹے دونوں اُس پر اپنی اپنی دوستی کا دباؤ ڈالتے رہتے تھے۔ لیکن اس کا ملک قدرتی طور پر مضبوط تھا۔ اور اس کی رعایا اُس سے بہت مانوس تھی اگر اس ملک کو لڑائی کے واسطے آراستہ کیا جاتا تو حیدر علی اسے فتح نہیں کر سکتا تھا حیدر علی نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ مگر تین ماہ کی متواتر یورشوں اور جانفشانی پر بھی وہ اُسے فتح نہ کر سکا۔ بلکہ محصورین اسے پریشان کرتے رہے۔ انہیں جب کبھی موقع ملتا۔ تو وہ قلعہ سے نکل کر اس کے

لشکر پر حملہ چھاپہ مارتے۔ اور اس کے ہاتھیوں کے سر قلم کر کے لے جاتے اور کالی دیوی کو بھینٹ میں چڑھا دیتے تھے۔ اس محاصرہ کے ایام میں حیدر علی کو خبر ملی۔ کہ اسکے ملک پر مرہٹوں کی فوج چڑھی چلی آتی ہے۔ اس لئے اُس نے راجہ چیتلدرگ سے صلح کر کے کچھ تاوان لے لیا اور اس سے آئندہ مدد کا وعدہ لینے کے بعد وہاں سے چلدیا۔

حیدر علی نے جو کچھ خبر مرہٹوں کی لشکر کشی کی نسبت سُنی تھی۔ وہ بالکل درست نکلی کیونکہ ہری پنتھ پھارکیا کی زیر کمان ۶ ہزار سوار۔ کچھ پیادے اور توپیں اسکی سرحد پر آپہونچی تھیں مرہٹہ سپہ سالار نے کچھ عرصہ تک نظام کی فوج کا انتظار کیا۔ جس کے بعد اُس نے دریائے تنگبھدر کو عبور کر کے رٹّاماڈی کے میدان میں اپنا لشکر ڈالدیا۔ حیدر علی بھی اسکے مقابلہ کے لئے روانہ ہو کر راماڈی جا پہونچا۔ حیدر علی نے مرہٹہ سپاہ کے ایک نامور سپہ سالار مانا جی پھکریا کو اپنی طرف بُلالیا۔ لیکن بعد میں یہ سپہ سالار حیدر علی سے پھر گیا۔ اس پر حیدر علی نے وہ خطوط جو اسکی طرف سے آئے۔ ہری پنتھ کے پاس بھجوا دیئے۔ ہری پنتھ کو اس سپہ سالار کی غداری پر بڑا ہی افسوس ہوا۔ مگر اُس نے اُس سے حیدر علی پر حملہ کرایا۔ حیدر علی نے اُسے شکست فاش دی۔ اور میدانِ جنگ سے بھگا دیا۔

اس کے بعد ہری پنتھ مایوس ہو کر اور دریا کو عبور کر کے واپس چلا گیا۔ لیکن حیدر علی نے اس پر پیچھے سے حملہ کیا۔ تاہم وہ بلا نقصان اُٹھائے چلا گیا۔ اور حیدر علی کی سپاہ نے دریائے تنگبھدرا اور دریائے کرشنا کے درمیان کے ملک پر قبضہ کر لیا۔ اور گوپال۔ گاجیندرا گرہ اور دھاردار کے قلعوں کو فتح کر کے اور وہاں کے سرداروں سے اطاعت کا حلف لیکر وہ ۱۷۵۶ء میں میسور واپس چلا آیا۔

میسور سے وہ چیتلدرگ کے پالیگار کو سزا دینے کے لئے معہ فوج کے چلدیا۔ کیونکہ اس راجہ نے وعدہ کر کے اُسے مدد نہیں دی تھی۔ حیدر علی نے چیتلدرگ کا محاصرہ کر لیا۔ مگر راجہ نے اس کا اچھی طرح مقابلہ کیا۔ اور قلعہ پر قبضہ نہیں ہونے دیا۔

راجہ چیتلدرگ کی فوج میں ۳ ہزار مسلمان سپاہی تھے۔ حیدر علی نے اُن کو اپنی طرف ملانا چاہا۔ چیتلدرگ کے قریب ہی ایک مسلمان فقیر رہا کرتا تھا۔ جس کے معتقد یہ سب مسلمان سپاہی تھے۔ اس فقیر بمعرفت حیدر علی نے اُن سپاہیوں کو بڑی بڑی تنخواہیں دیکر اپنی طرف کر لیا۔ ان سپاہیوں نے راجہ کی نافرمانی اختیار کی۔ جس سے اُسے پتہ لگ گیا

وہ اُس سے پھر گئے ہیں۔ راجہ کو سخت مایوسی ہوئی۔ اور اُس نے ہمت ہار کر اطاعت قبول کرلی۔ اور حیدر علی کے قدموں پر آگرا۔ حیدر علی نے اُسے قید کر کے سیرنگاپٹم بھیجدیا۔ جہاں وہ بحالت قید ہی فوت ہو گیا۔

اس کے بعد حیدر علی نے اس کے محل کو لٹوایا۔ اور فرقہ بیدار کا جو اس کے مقابلہ میں کئی بار بازی لیگیا تھا۔ نام و نشان مٹا دینا چاہا۔ اول تو اس نے ان کا مال و اسباب ضبط کرلیا۔ اور پھر کوئی ۲۰ ہزار باشندوں کو قید کر کے اپنے پایہ تخت میں لے گیا۔ اس نے جوان اہل اور عورتوں کو تہ تیغ کرادیا۔ اور لڑکوں کو مسلمان کر کے اُن کی ایک فوج بنائی۔ جس کا نام اس نے چیلا فوج[1] رکھا۔

# باب (۱۳)

## الحاق کڈاپا۔ حیدر علی کی حکومت۔ اور شاہی خاندان کی شادیاں

جب حیدر علی ان معرکوں میں معروف تھا۔ تو اس کے حکم سے اُس کا بہنوئی علی رضا خان معہ ایک زبردست فوج کے کڈاپا کے نواب عبدالحلیم خان کو تعلقہ گوشوں میں داخل نے کی غرض سے اس کے ملک پر چڑھ گیا۔ نواب کڈاپا نے جبکہ مرہٹوں نے حیدر علی پر لشکر کشی کی تھی۔ نظام الملک کا ساتھ دیا تھا۔ اگرچہ رضا علی خان نے اُس کے ملک کا محاصرہ کرلیا لیکن اُس پر قبضہ نہ کرسکا۔ کیونکہ سخت جان اور جانباز افغانوں نے جن میں کا خوب ہی مقابلہ کیا۔ اس کی فوج کا منہ پھیر پھیر دیا۔

چیتلدرگ کا محاصرہ ختم ہوتے ہی حیدر علی رضا خان کی امداد کرنے کے لیے گیا۔ وہ ہنوز جو کڈاپا سے چند میل کے فاصلہ پر ہی پہونچا تھا کہ افغانی رسالہ سے اُسکی مڈ بھیڑ ہو گئی۔ مگر

[1] چیلا فوج کی موجودگی اور حیدر علی کے مظالم کی شہادت اس نیک دل اور نیک نام مشنری کے بیان سے بھی ہوتی ہے جسکا نام سوارٹز تھا۔ یہ مشنری ۱۷۷۹ء میں سیرنگاپٹم گیا تھا۔ اور اسے وہاں لوگوں نے بتایا تھا کہ چیلا فوج کے سپاہی۔ یتیم بچے تھے۔ جن کا حیدر علی محافظ بن گیا تھا۔

اس کے پاس فوج زیادہ تھی۔ افغانی رسالہ تاب مقابلہ نہ لا کر پیچھے واپس چل دیا۔ مگر حیدر علی کی فوج نے اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ آخر کار رسالہ کو اطاعت قبول کرنی پڑی حیدر علی اس جانباز سپاہ کو پا کر بیحد خوش ہوا۔ کیونکہ افغانی بڑے ہی جوانمرد نبرد آزما ہوتے ہیں لیکن اُس رسالہ کے ۸۰ سواروں کے گھوڑے کام آ گئے تھے۔ اور نئے گھوڑے نہ مل سکنے کی وجہ سے اُنہیں لشکر تک پیدل جانا پڑا۔ اس سے ان کو بڑی ہی خفت حاصل ہوئی۔ رات کو جب حیدر علی اپنے خیمہ میں سو رہا تھا۔ تو اُن ۸۰ سواروں نے اُٹھ کر اپنی گارد کو قتل کر دیا۔ اور سیدھے حیدر علی کے خیمہ کی طرف چل دیئے۔

افغانیوں کی سرکشی سے فوج میں ایک ہل چل مچ گئی۔ جس کے باعث حیدر علی بیدار ہو گیا اور خیمہ میں سے نکلکر بھاگ گیا۔ بگل بجایا گیا۔ اور سپاہ قائم ہو کر آ گئی۔ بہت سے حملہ آور مارے گئے باقیوں کو قتل کرا دیا گیا۔ نواب بھاگ کر سدھوٹ پہونچا۔ مگر گرفتار کر لیا گیا۔ اُسے معہ اسکے خاندان کے سرنگاپٹم بھیجدیا گیا۔ اور اسکی خوبصورت بیگم سے حیدر علی نے شادی کر کے اُسے حرم میں داخل کر لیا۔ اس کا نام بخشی بیگم رکھا گیا۔ اور سب بیویوں سے زیادہ اسکی قدر و منزلت کی گئی۔ جب یہ بیگم فوت ہوئی۔ تو اس کا مقبرہ دیلیو میں بنوایا گیا۔ حیدر علی اگرچہ عورتوں کا کہنا نہیں مانتا تھا۔ اور نہ اُن کو امور سلطنت میں دخل دینے دیتا تھا۔ تاہم خوبصورت عورتوں کو وہ اچھوتا بھی نہیں چھوڑتا تھا۔

اس فتح کے بعد حیدر علی کا رُعب چاروں طرف چھا گیا۔ اس کی دھاک بندھ گئی اور اُسے سب نے اس نواح میں اپنا فرمانروا تسلیم کر لیا۔

اس کے بعد حیدر علی نے اپنی سلطنت کے مختلف صیغوں کے انتظام و انصرام کی طرف اپنی توجہ مبذول کی۔ اُس نے میر محمد صادق کو وزیر مال کا منصب عطا کیا۔ اور شاملیا برہمن کو پولس کا افسر اعلےٰ مقرر کر کے اُسے حکم دیا کہ وہ نہ صرف جرائم کا انسداد کرے بلکہ جس کے پاس دولت ہو۔ اس سے بجبر چھین کر شاہی خزانہ میں داخل کر دے۔ اس برہمن نے اپنے آقا کی خاطر لوگوں پر بڑے بڑے ظلم کئے۔ جو افسر مالگزاری وصول کرنے پر مقرر تھے۔ اور رشوت لیتے تھے۔ اور ان کو تازیانے لگا کر رشوت کا روپیہ لیا جاتا تھا۔ سا ہوکاروں سے جنگی بار برداری خرچ کے لئے تاوان لیا جاتا تھا۔ حیدر علی کے مظالم سے خود اسکی فوج بھی نہ بچ سکی اُس نے دس ماہی کا سلسلہ جاری کیا۔ یعنی بجائے بارہ مہینے کی تنخواہ کے فوج کو ہر قسم دس ماہ

کی تنخواہ دی جاتی تھی۔ سواروں کو مہینے میں بیس روز کی تنخواہ دیجاتی تھی۔ اور انہیں حکم تھا کہ دس دن کی تنخواہ لوٹ مار سے پیدا کریں۔

نواب کڈاپا کو مغلوب کرنے کے بعد حیدر علی نے سوانور کے نواب عبدالحلیم کو بھی اپنا حلقہ بگوش بنانا چاہا۔ اور اس نے اپنی بیٹی کا نکاح اس نواب کے بڑے بیٹے کے ساتھ اور اسکی بیٹی کا نکاح اپنے بیٹے کریم کے ساتھ کردیا۔ جو خرچ نواب دیا کرتا تھا۔ وہ اس شرط پر کہ وہ ۲ ہزار سوار ضرورت کے وقت مہیا کرسکے نصف کردیا گیا۔ ان تمام معاملات کو حیدر علی نے حسب دلخواہ پورہ کیا اور شادیوں کی رسم بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام کے ساتھ دونوں فرمانرواؤں کی موجودگی میں سرنگا پٹم میں ۱۷۷۹ء میں ادا کی گئی۔

# باب (۱۴)

## مرہٹوں۔ نظام اور حیدر علی کا اتحاد انگریزوں کے خلاف

جب حیدر علی مذکورہ بالا شادیوں کا جشن منا رہا تھا۔ تو اس کے پاس پونہ سے مرہٹوں کا سفیر کیشن راؤ آیا۔ اور اس نے اسے یہ پیغام دیا کہ وہ مرہٹوں اور نظام سے میل کر لے تاکہ تینوں کی سپاہ انگریزوں کو جنوبی ہند سے نکال سکے۔ اس کے بعد جو پیچیدہ معاملات تاریخ میں نظر آتے ہیں۔ ان سے صاف طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ حیدر علی نے حد اعتدال سے قدم باہر نہ رکھا۔ بلکہ میانہ روی پر قائم رہا۔ اور لارڈ نواب ارکاٹ نے بڑی ہی دغابازی کی اور انگریزوں کی سرکار جو مدراس میں تھی وہ بہت کمزور تھی۔

۱۷۷۵ء میں بمبئی کے انگریزوں نے (بمبئی) کی سرکار) رگھوبا کے ساتھ ایک عہد نامہ کیا تھا۔ جس کی رو سے وہ اس کے دعاوی کی حمایت کرتی لیکن بمبئی گورنمنٹ کو تھوڑے ہی عرصہ بعد معلوم ہوگیا۔ کہ رگھوبا سے بہت سے مرہٹہ راجہ ناخوش تھے بالخصوص سندھیا اور ہلکر اور انکی ناخوشی باعث نانا فرنویس تھا۔ جو اپنی نسل میں پیشواؤں کی حکومت مستقل کرنا چاہتا تھا۔

اس موقع پر ہم ان بڑے تاریخی کوجن کے باعث وارگام کا عہد نامہ ہوا معرض

بحث میں لانا نہیں چاہتے۔ بلکہ صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مرہٹوں کے انگریزوں سے ناخوش ہونے کی کافی وجہ یہ تھی۔ کہ انہوں نے ایک ایسے شخص کو اُن کا فرمانروا بنانے کی کوشش کی جس کی سرداری کو زبردست مرہٹہ سردار نہیں تسلیم کرتے تھے۔ مرہٹے تو اس وجہ سے انگریزوں سے ناخوش ہو گئے تھے۔

علاوہ مرہٹوں کے نظام الملک بھی انگریزوں سے ناخوش تھا۔ اور اسکی ناخوشی کا سبب بھی معقول تھا۔ جب انگریزوں کے قبضہ میں اضلاع سرکار جو صوبہ مدراس میں خلیج بنگال کے ساحل پر واقع ہیں۔ آئے تو اُن میں ایک ضلع یعنی گنتور کا ضلع بصالت جنگ کو اس کے بھائی موجودہ نظام الملک نظام علی کی رضا مندی سے بطور جاگیر عطا کر دیا گیا۔ اس کے چند سال بعد بصالت جنگ نے اپنے ہاں ایک فرانسیسی سپاہ کو ملازم رکھ لیا۔ اس فوج کو بعد میں بصالت جنگ نے بغاوت کرنا چاہا۔ اور جب نظام الملک سے اس میں مشورہ لیا گیا۔ تو اُس نے دخل دینے سے انکار کر دیا۔ جب ۱۷۶۸ء میں فرانسیسوں سے جنگ کے ہونے کا یقین ہو گیا۔ تو انگریزوں نے محمد علی نواب ارکاٹ کی معرفت بصالت جنگ کو نظام کو اپنا فرمانروا تسلیم کرنے پر آمادہ کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بصالت جنگ نے اس ضلع کو ایک رقم خراج کے صلہ میں انگریزوں کے حوالہ کر دیا اور انگریزوں نے حیدر علی کے مقابلہ میں اُنکی مدد کرنے کا وعدہ کیا۔ جس کے باعث اُس نے فرانسیسی سپاہ کو برخاست کر دیا۔ مدراس گورنمنٹ نے ضلع پر قبضہ کر کے اس کا پٹہ محمد کو دیدیا۔ اس کا یہ فعل نظام کے حقوق پر ایک حملہ تھا۔ اگرچہ بصالت جنگ کی وفات پر وہ ضلع انگریزوں کے قبضہ میں آ جاتا تاہم اس کا اصلی مالک و فرمانروا نظام تھا۔

اس پر نظام نے انگریزی سفیر سے جو اس کے دربار میں مامور تھا۔ شکایت کی کہ انگریزوں نے اپنے اس طرزِ عمل سے اُس عہد نامہ کو فسخ کر دیا۔ جو اُس کے ساتھ ہوا تھا۔ اور جب نظام کو انگریزی سفیر سے یہ معلوم ہوا۔ کہ جب بادشاہ نے اضلاع سرکار انگریزوں کو دیئے تھے تو انہوں نے اپنی کمزوری کے باعث نظام کو خراج دینا قبول کر لیا تھا۔ مگر اب آئندہ نہیں دینگے۔ اس پر نظام کو بڑا ہی غصہ آیا۔

رہا حیدر علی اُسے ان دونوں سے بڑھ کر شکایت تھی۔ اُس سے اور مرہٹوں سے جو جنگ وجدل ہوئی اُس میں انگریزوں نے اس عہد نامہ کے خلاف جو انگریزوں اور حیدر علی سے ۱۷۶۹ء میں ہوا تھا مرہٹوں کی مدد کی۔ اور جب حیدر علی نے انگریزوں سے [illegible]

چاہا۔ تو نواب ارکاٹ کے کہنے سے انہوں نے اس کے ساتھ اتحاد نہ کیا۔

مزید برآں محمد علی نے انگلستان سے براہ راست تعلقات پیدا کر لئے تھے۔ اور اس کے دربار میں ایک سفیر رہنے لگا تھا۔ جس کا نام سرجان لنڈ سے تھا۔ جب اس سفیر نے مدراس گورنمنٹ کو مرہٹوں اور محمد علی کے ساتھ ملکر حیدر علی کو مغلوب کرنے پر مجبور کیا۔ تو انگریزوں کو بہت پشیمانی ہوئی۔ کیونکہ وہ اسکی مدد کا وعدہ کر چکے تھے۔

جب مرہٹوں نے ۱۷۷۱ء میں حیدر علی سے درخواست کی کہ وہ انکے ساتھ میل کر کے مشرقی اضلاع کو فتح کرے تو اس نے اسکی خبر مدراس گورنمنٹ کو دیدی۔ اور اسی موقع پر اس نے انگریزوں سے صاف صاف کہدیا کہ اگر میں مرہٹوں سے میل کر لوں۔ تو ان کی طاقت بیحد بڑھ جائیگی۔ جس کے باعث خود مجھے زوال حاصل ہو جائیگا۔ اگر مدراس گورنمنٹ مجھ سے اتحاد نہ رکھیگی۔ تو میں مجبوراً فرانسیسوں سے اتحاد کرونگا۔ جب حیدر علی نے دوبارہ ۱۷۷۳ء میں انگریزوں سے اتحاد پیدا کرنے کیلئے سلسلہ جنبانی کی تو محمد علی نے جو انگریزوں کو جنوبی ہند سے خارج ہوتے دیکھکر خوش ہونے کی فکر میں تھا۔ اتحاد کی طرف نہ جھکنے دیا۔ اور اس نے اسی مطلب کا پیغام اپنے سفیر کے ہاتھ اس کے پاس بھیجا جسے حیدر علی نے نامنظور کر دیا۔

اس وقت سے حیدر علی کو انگریزوں سے بالکل مایوسی ہو گئی۔ اور اگرچہ اس نے ضابطہ پری کے طور پر کچھ عرصہ تک انگریزوں سے دوستانہ سلوک رکھا۔ لیکن فرد رفتہ فرانسیسوں سے اتحاد پیدا کر لیا۔ اس نے ایم بیلی۔ کومب فرانسیسی گورنر پانڈیچری سے مدد طلب کی۔ جسے اس خیال سے اسے سامان جنگ اور روپیہ دیا کہ کسی طرح فرانسیسوں کو ہند کی حکمرانی ملجائے اگرچہ حیدر علی اب بھی انگریزوں کے مقابلہ میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ مگر بعض وجوہات کے باعث اس کا غصہ بھڑک اٹھا اور صلح قایم نہ رہ سکی۔

جب انگریزوں اور فرانسیسوں میں جنگ چھڑی تو ۱۷۷۸ء میں انگریزوں نے پانڈیچری کو فتح کر کے ماہ مارچ میں ماہی پر قبضہ کر لیا۔ ماہی ساحل ملابار پر تھا۔ جس ساحل پر کہ سوائے چند مقامات کے بالکل حیدر علی کا قبضہ تھا۔ اس نے یہ عذر کیا کہ ماہی اسکی زیر حفاظت ہے اور چونکہ اس راستہ سے اسے رسد مل سکتی تھی۔ اس نے اسے بچانا چاہا۔ اور انگریزوں کو پیغام دیا کہ اگر وہ ماہی پر حملہ کرینگے۔ تو اس کے عوض ارکاٹ پر قبضہ کر لیا جائیگا۔ ماہی پر انگریزوں کا قبضہ ہوتے ہی تیر قوم نے خلاف بغاوت کر دی۔ جسے اس نے آسانی کیساتھ

فرد کرایا۔

دوسرا سبب حیدر علی کی ناخوشی کا یہ تھا۔ کہ جب بصالت جنگ نے گنتور کا ضلع انگریزوں کے حوالہ کیا۔ تو اس نے اُن سے درخواست کی اپنی فوج بھیجکر اس پر قبضہ کرلیں۔ چنانچہ انگریزوں کی فوج کڈاپا ہو کر ادونی اور کرنول ہو کر گنتور روانہ کی گئی۔ یہ فوج حیدر علی کے ملک میں ہو کر گذری۔ مگر مدراس گورنمنٹ نے اسکی اجازت نہ نظام سے لی اور نہ حیدر علی سے بلکہ فوج کے کمانیر کو ایک سفارشی خط دیکر روانہ کردیا۔ حیدر علی نے اس فوج پر حملہ کردیا اور اگرچہ مدراس سے بعجلت تمام کمک روانہ کی گئی۔ مگر حیدر علی کی فوج نے ادونی تک کا ملک برباد کردیا جس کے باعث انگریزی فوج آگے نہ بڑھ سکی۔ حیدر علی اچھی طرح واقف تھا کہ انگریزوں نے گنتور کا علاقہ اسکے دشمن محمد علی کو کیوں دیا تھا۔

یہ واقع مسٹر سی سوارٹنر کے آنے کے وقت واقع ہوا تھا جسے گورنر سرتامس امبولڈ نے خفیہ سفارت پر بھیجا تھا۔ اور حیدر علی کا غصہ رفع کرنیکے لئے جس نے ماہی پر انگریزوں کے قبضہ کرلینے پر ایک خط مدراس گورنمنٹ کو لکھا تھا۔ اور جس میں انکے طرز عمل کی سخت شکایت کی تھی۔

حیدر علی سوارٹنر سے بحسن سلوک پیش آیا۔ مگر اس نے اُسے رخصت کرتے ہوئے شکایت کی۔ انگریزوں نے ۱۷۶۹ء کے عہدنامہ کو نظرانداز کردیا۔ اور مجھ سے اتحاد رکھنا نہ چاہا۔ اور میری مخالفت کررہے ہیں۔ لیکن مدراس گورنمنٹ نے اس کا بھی کچھ خیال نہ کیا۔

سوارٹنر کے جانے کے بعد ہی دوسرا سفیر مدراس سے آیا۔ اور اس نے حیدر علی سے معاہدہ اتحاد پیدا کرنے کے انگریزوں کو جو کالی کٹ کی جنگ میں قید کرلئے گئے رہا کردینے کی درخواست کی۔ حیدر علی نے قیدیوں کو تو اسکے آنے سے پہلے ہی رہا کردیا۔ لیکن وہ سیر نگاپٹم پہونچا تو اس سے اچھی طرح پیش نہیں آیا۔ اُس نے نہ صرف انگریزوں کی تجاویز کو نامنظور کیا۔ بلکہ سفیر کی تحقیر بھی کی۔ اُسے سفیر کی طرح نہ سمجھا بلکہ جاسوس کی طرح۔

## باب (۱۵)

### حیدر علی اور انگریزوں کی لڑائی۔ حیدر علی کی باقی معرکہ آرائیاں

آخرکار حیدر علی کو مرہٹوں کے سفیر گنیش راؤ کی شخص کی ہو تجویز قبول پر حتی الامکان

عمل کرنے اور انگریزوں سے جنگ چھیڑنے کا ارادہ کرنا پڑا۔ نظام مرہٹوں اور حیدر علی کا اتحاد دریائے تنگبھدر کے کنارے پر ہوا۔ اور اُس نے نظام کو ۱۱ لاکھ سالانہ خراج دینا منظور کر لیا۔ تینوں فریق میں یہ بات قرار پائی کہ

(۱) مرہٹے برار، وسطی ہند اور شمالی ہند پر حملہ کریں۔

(۲) نظام اضلاع سرکار کو فتح کرے۔

(۳) حیدر علی صوبہ مدراس اور جنوبی ہند پر لشکر کشی کرے۔

یہ اتحاد ثلاثہ ایک بڑے خطرے کی بات تھی۔ اور فرانسیسیوں کی شرکت سے انگریزوں کے لئے موجب خوف و ناکامی بن گئی تھی۔

حیدر علی نے میسور کے خاص خاص مقامات کو مسلح اور مضبوط کرنیکے بعد حملہ کی تیاریاں کیں۔ جس کے واسطے انہیں نے بنگلور میں ۸۳ ہزار فوج فراہم کر لی یہ ایک ایسی تعداد تھی۔ جس کے فراہم ہونے کی نظیر جنوبی ہند میں اُس وقت تک نہیں مل سکتی تھی اس نے ملک میں جاسوس اور پہرے مقرر کئے۔ اور سامان رسد اور بار برداری بھی اچھا جمع کر لیا اور ماہ جولائی ۱۷۸۰ء میں اُس نے پہاڑی سرحدوں کو عبور کر کے لشکر کشی کی اور بربادی اور تباہی پھیلاتا ہوا آگے کو بڑھا۔

محمد علی نے مدراس گورنمنٹ کو نہ تو فوجی مدد دی اور نہ روپیہ سے۔ البتہ اُس نے حیدر علی کے حد کی اضلاع اُسے تحریر دیدیئے۔ حیدر علی نے ارادہ کر لیا تھا کہ جو ملک سامنے آتا جائے اُسی کو بالکل تباہ کر دیا جائے تاکہ انگریزوں کی فورٹ سینٹ جارج کو بیکار و مددگار بنا دے۔

یہ لشکر کشی کرتا ہوا کوہ سینٹ ٹامس تک پہونچا۔ اور جب انگریزوں نے گاؤں میں آگ لگی دیکھی تو انہیں اُسکے آنے کی خبر ہوئی۔ کیونکہ اُن کے پاس اُس زمانہ میں خبر رسانی کا محکمہ نہ تھا۔ حیدر علی کو امید تھی۔ کہ ساحل سمندر پر اُس سے فرانسیسیوں کی فوج آ ملے گی۔

مدراس گورنمنٹ حیدر علی کی آمد پر خوف زدہ ہو گئی۔ اور اُس نے بعجلت تمام فوجی نقل و حرکت شروع کرائی۔ کرنیل ہارپر کو جو گنتور کی فوج کے کمانیر تھے بجانب جنوب روانہ ہونے کی ہدایت کی گئی۔ کرنیل بریتھ ویٹ کو جنگی پلٹن کے راستے سے پانڈیچری سے مدراس بلایا گیا۔ اور محمد علی کی ایک فوج کو حکم دیا کہ وہ دشمن کے رسل و رسائل کو بارہ محل کے دروں میں ہو کر بند کر دے۔ چونکہ محمد علی کی ذات پر انگریزوں کو بھروسہ تھا۔ اس لئے فوجی

دستوں کو بھیجکر جہاں اس کی قابض تھی۔ انگریزی سپاہ کا قبضہ کرادیا گیا۔ لفٹننٹ فلنٹ نے واندواش پر قبضہ کر لیا۔

حیدر علی نے بارہ محل اور چینگاما کے دروں کو عبور کرکے اپنے بیٹے کریم کو پورٹونووو پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا جو پانڈیچری کے جنوب میں واقع ہے وہ خود ارکاٹ کی طرف بڑھا۔ لیکن یہ سن کر کہ ایک فوج سرہیکٹر منرو کی زیر کمان آرہی ہے۔ اس نے ۲۹ اگست کو ارکاٹ کا محاصرہ اٹھا دیا۔ اسی دن مدراس کا سپہ سالار کونجی ورم آپہنچا اور اس مقام تباہ پا کر گنتور کی فوج کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ جو کرنیل بیلی کی زیر کمان آرہی تھی۔ کرنیل بیلی نے ۲۵ اگست کو کورٹیلار پہونچکر دریا کے جنوبی کنارے پر لشکر ڈالدیا۔ یکایک بارش کے آنے سے دریا میں سیلاب آگیا۔ جس سے وہ ۳ ستمبر تک عبور نہ کرسکا۔ ۶ ستمبر کو حیدر علی نے اپنے بیٹے ٹیپو کو پیرامباکم روانہ کیا۔ کہ دشمن کی فوج کی نقل و حرکت کو بند کرے۔ اور خود کانجی ورم کے نزدیک سرہیکٹرو کی تاک میں لگا رہا۔ کرنیل بیلی کی فوج نے ٹیپو کے حملہ کو روک لیا اور ایک ہزار فوج جسے منرو نے کرنیل فلیچر کی زیر کمان روانہ کیا تھا وہ باوجود ٹیپو کی فوج کے سدراہ ہونیکے کرنیل بیلی کی فوج سے جاملی۔

اسی رات کو کرنیل بیلی پیرامباکم سے کونجی ورم چلدیا۔ ابھی وہ روانہ کیا گیا تھا کہ پیچھے سے ٹیپو کی توپوں نے گولے برسانے شروع کر دیئے۔ اگرچہ ان توپوں کو گرفتار کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن سیلاب کے باعث کچھ بھی نہ ہو سکا۔ کرنیل بیلی رات بھر وہیں ٹھیرا رہا۔ اس سے ٹیپو کو ایک بلند مقام پر جہاں سے انگریزی فوج گذرنے والی تھی۔ اپنی توپیں لگا دینے کا موقع مل گیا۔ اور حیدر علی نے بھی اس موقع سے فائدہ اوٹھانا چاہا۔

۱۰ ستمبر کو یہ سو فوج انگریزی نرولی ملیک کی طرف روانہ ہوئی۔ مگر کوئی دو میل جانے پائی تھی۔ کہ ٹیپو کی توپوں نے اس پر پیچھے سے گولے برسانے شروع کئے۔ اور حیدر علی کے رسالہ نے اسے دونوں سے آگھیرا۔ گرینڈیر فوج کی دو کمپنیاں کپتان رملے اور کپتان گوون کے ماتحتی میں روانہ کی گئیں۔ اور انھوں نے ٹیپو کی چار توپیں چھین لیں۔ مگر حیدر علی کی کثیر فوج کے آجانے کے باعث وہ اپنی فوج تک نہ پہونچ سکیں۔ اب تو حیدر علی نے بھی توپیں چلانی شروع کیں۔ اور اس کے رسالہ اور پیادوں نے انگریزوں کو گھیر لیا۔ مگر انگریزی فوج پر غالب نہ آسکا۔ حیدر علی بددل ہو کر واپس لوٹنا چاہتا تھا۔ مگر لالی کے مشورے سے

اُس نے ایسا کیا۔ بلکہ فوج کو فراہم کر لیا۔ اس عرصہ میں ٹیپو نے بھی اپنی فوج جمع کر لی۔ اور از سر نو گولہ باری شروع کی گئی جس سے انگریزوں کی دو توپیں بیکار کر دی گئیں۔ اور ساتھ ہی حیدر علی کے رسالہ اور پیادوں نے گولیاں چلائیں۔ کرنیل بیلی سخت زخمی ہو گیا لیکن اس نے فوج کو دل شکستہ نہ ہونے دیا۔ اگرچہ حیدر علی کی فوج نے تیرہ حملے کئے لیکن انگریزی فوج کے حواس قایم رہے۔ مگر تازہ رسالہ کی کمک آجانے سے اس میں بھاگڑ پڑ گئی۔ اور کرنیل بیلی نے مجبور ہو کر صلح کا جھنڈا بلند کر دیا۔ لیکن حیدر علی نے کچھ خیال اور لحاظ نہ کیا۔ بلکہ اسکی فوج نے آگے بڑھ کر انگریزوں کی سپاہ کو قتل کرنا شروع کیا اگر لالی اور ایک اور فرانسیسی افسر جس کا نام پوران تھا۔ حیدر علی کو اس حرکت سے نہ روکتے تو انگریزی فوج کا ایک آدمی بھی زندہ نہ رہتا۔ کہتے ہیں کہ لڑائی میں ۰۰۔ ۷ یورپین قتل ہوئے تھے۔ مگر فرانسیسی مصنف لکھتے ہیں۔ کہ اس جنگ میں دو ہزار انگریزی کرنیل بیلی کے ساتھ گرفتار کر لئے گئے! ڈیڑھ ہزار سپاہی اور ۰۰۔ ۷ انگریز مارے گئے جو امر دبیرڈ بھی جو بعد سر ڈیوڈ بیرڈ بن گیا کرنیل بیلی کے ہمراہ قید کر لیا گیا۔

حیدر علی نے تخت پر بیٹھ ان لوگوں کو جو قیدیوں کو لائے تھے یا مقتولوں کے سر ان کو خوب انعام دیا۔ قیدیوں میں سے کچھ تو خود ہی مر گئے۔ اور کچھ قتل کئے گئے۔ اس واقعہ کی تصاویر سیرنگا پٹم میں اس باغ کی دیواروں پر جسے باغ دریائے دولت کہتے ہیں بنی گئی تھیں۔ جو آج تک موجود ہیں اور ایک جشن منایا گیا۔ ہندوستان میں انگریزی سپاہ پر ایسی آفت کبھی برپا نہیں ہوئی تھی۔

اس موقع پر دو شخصوں نے انگریزوں کی بڑی امداد کی۔ ایک لارڈ وارن ہیسٹنگز نے جس کے سپرد ہندوستان کی گورنری کر دی گئی۔ اور دوسرے سر ایری کوٹ نے جو اس وقت بنگال کی فوج کا کماندر تھا۔ اگرچہ سر ایری کوٹ ساٹھ سال کے آدمی تھے لیکن دماغی قوت کے لحاظ سے بڑے ہی قابل تھے۔ لارڈ وارڈ ہیسٹنگز نے اُن کو اُس کو اس موقع پر مامور کیا۔ اور ان کو جنگ کرنے کا پورا اختیار دیدیا۔ سر کوٹ ماہ نومبر میں مدراس پہنچے اس عرصہ میں حیدر علی نے بڑا نقصان اُٹھا کر فرانسیسی انجینیروں کی مدد سے قلعہ ارکاٹ پر قبضہ کر لیا تھا۔ سر کوٹ نے چینگل پٹ اور کران گولی پر قبضہ کر کے لفٹنٹ فلنٹ کی مدد کی جو وانڈی واش کو دشمن کے حملوں سے بچائے ہوئے تھا۔ اُس نے وانڈی واش پر دشمن

کونہ آنے دیا۔ اس سے دشمن بے دل سا ہوگیا۔ مگر ایک فرانسیسی بیڑے سے مدد اس کے قریب آجانے سے اُسے سامان رسد نہ مل سکا۔ اور نہ جنوب اور نہ شمال کی جانب بڑھنے کے لئے رستہ مل سکا۔ پس سر کوٹ نے پرام کوٹل پر قبضہ کرکے پانڈیچری کی طرف جانا چاہا تھا۔ کہ رسد حاصل کرسکے۔ اور نیز فرانسیسی کشتیوں کو فوج کو کنارے پر اتارنے سے روک سکے۔ مگر اس میں بھی اُسے کامیابی نہ ہوئی۔ اس لئے اس نے گودالور دکڈالور کا رُخ کیا۔ اور حیدر علی کی فوج بیکار پڑی رہی۔

یہاں سے اُس نے چیلامبرم (چیدامبرم) کے مندر پر جو پورٹو نوا دو کے نزدیک ہے چڑھائی کرنی چاہی۔ لیکن محصورین نے اُسے پسپا کردیا۔ چند ہی ہفتے بعد انگریزی جہازوں کا بیڑا معہ سر ایڈورڈ ہیوجز کے مدراس آپہونچا۔ اور چیلامبرم پر دونوں طرف سے لشکرکشی کی تیاریاں شروع کی گئیں۔ حیدر علی یہ سنتے ہی ڈھائی دن میں سو میل کا سفر طے کرکے آپہونچا۔ اور اس نے گودالور اور انگریزی فوج کے لشکر کے بیچ میں اپنا لشکر ڈالدیا۔

یکم جولائی کو سر ایری کوٹ محاصرہ اُٹھاکر اور سامان جنگ لیکر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اور جب اسکی فوج ایک ریتلے ٹیلے پر پہونچی۔ جس کے نزدیک حیدر علی کی فوج پڑی ہوئی تھی۔ تو دونوں فوج میں مقابلہ ہوا۔ اور خونریز جنگ چھڑی۔ اس جنگ میں سر ایری کوٹ غالب آیا۔ اور اُس نے پورٹو نوا دو کے قریب موتی پالیام پر قبضہ کرلیا۔ حیدر علی کا سخت نقصان ہوا۔ اس کی سپاہ میں ہزار آدمی مارے گئے اور زخمی ہوگئے۔ مگر انگریزوں کا بہت کم نقصان ہوا۔

اس فتح کے بعد سر ایری کوٹ سے بنگال سے آئی ہوئی ایک فوج آملی۔ اسی عرصہ میں ٹیپو دانڈواش کا محاصرہ اُٹھاکر چلدیا۔ سر کوٹ کی مشترکہ فوج نے تروپاسور پر قبضہ کرلیا حیدر علی ابھی اس جگہ پہونچنے نہ پایا تھا۔ کہ سر کوٹ کی فوج اُس میدان کی طرف بڑھی جہاں ایک سال پہلے کرنیل بیلی کی شکست ہوئی تھی۔ ۲۷ اگست کو اسکی فوج اُس میدان میں جا پہونچی۔ ادھر سے حیدر علی کی سپاہ بھی اُسکے مقابلہ میں جا ڈٹی۔ کئی دن کی طرفین سے گولہ بازی کے بعد جس میں کسی کا کچھ نقصان نہ ہوا۔ سر کوٹ بیدل ہوکر مدراس واپس چلاگیا۔ کہ میدان جنگ کی کمان سے بردار ہوجائے۔

جب مدراس کا نیا گورنر لارڈ میکارٹ نے اُس کے ارادے سے واقف ہوا تو اُس

نے سرکوٹ سے کہا کہ آپ ویلور کسی طرح دشمن کے قبضہ سے چھڑا لیں۔ جس کے نزدیک
حیدر علی کی سپاہ میدان شولنگر میں پڑی ہوئی ہے۔ اور چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے
سرکوٹ نے پھر انگریزی کمان سنبھالی۔ اور پھر پورے قبضہ کر کے حیدر علی کے لشکر کی طرف چل
نکلا۔ جب سرکوٹ کی فوج میدان ویلور میں نظر آئی۔ تو حیدر علی نے اس طرف توپوں کا منہ پھیر دیا۔
اور بڑی معرکہ کی لڑائی ہوئی۔ جس میں حیدر علی کی دو ہزار فوج کام آئی۔
اس وقت سرکوٹ نے قلعہ ویلور کے اندر رسد پہونچانے کی تدبیر کی۔ اور راجہ چتور کے
ملک سے جو ویلور کے شمال میں واقع ہے رسد حاصل کرنی چاہی تھی۔ وہاں سے صرف ہفتے
کے لئے رسد ملی۔ جسے اس نے قلعہ کے اندر پہونچا دیا۔ اس کے بعد سرکوٹ پھر مدراس چلا گیا
اور وہاں سے بنگال کو روانہ ہونے ہی کو تھا۔ کہ بنگال سے اسکے نام ضروری حکم آ گیا۔ اور
اُسے پھر ویلور جانا پڑا۔ اگرچہ وہ بیمار ہو گیا۔ لیکن اس نے تین ماہ کے لئے رسد قلعہ کے اندر
پہونچا دی۔ اور وہاں سے تریوپاسور چلا گیا۔

اس جنگ میں ایک اور مزیدار بات پیدا ہو گئی۔ وہ یہ ہے۔ کہ انگریزوں اور ڈچوں میں
جنگ چھڑ گئی۔ سر میکارٹنی کے پاس ولایت سے حکم آیا۔ کہ وہ ڈچوں کا مقابلہ بھی کرے
حیدر علی نے ڈچوں سے میل کرنا چاہا۔ اور انکے گورنر کو جو ناگاپٹم میں تھا۔ ایک خط لکھا
اس نے ایک عہد نامہ کر لیا۔ اور اس مدد کے عوض جو حیدر علی کو دی جاتی۔ حیدر علی سے
ناگور کا ضلع لے لیا۔ مگر کرنیل برتھویٹ نے جو میدان تنجور کی سپاہ کا کمانیر تھا۔ ناگور
سے حیدر علی کی فوج کو نکال کر خود اس پر قبضہ کر لیا۔ اور اس طرح حیدر علی کی کوشش رائگان
گئی۔ مگر تھوڑے ہی دن بعد ماہ فروری ۱۷۸۲ء میں ٹیپو نے بڑی فوج سے حملہ کر کے
ناگور کو لے لیا۔ اور کرنیل برتھویٹ کو قید کر لیا۔ ٹیپو نے یہ فتح کرنیل لالی کی مدد سے حاصل
کی تھی۔ اس معرکہ میں انگریزی سپاہ کا ایک ایک سپاہی مارا گیا۔

حیدر علی نے اپنی ذات سے بہت کچھ کیا۔ اور اگر نظام اور مرہٹے بھی میدان جنگ
میں آتے۔ تو نہ معلوم کیا ہو جاتا۔ مگر دونوں میں سے ایک بھی نہ آیا۔ جونہی کہ گورنمنٹ مدراس
کو ضلع گنتور کے عہد نامہ کے حالات معلوم ہوئے۔ اس نے سرواش گورنمنٹ کو لکھا کہ
ضلع گنتور نظام کے حوالہ کر دیا جائے۔ کچھ تو اس کے باعث اور کچھ اس خوف کے
باعث کہ کہیں مغل بادشاہ حیدر علی کو وسیرائے دکھن نہ بنا دے۔ نظام نے جنگ میں

شریک ہونے سے عذر کیا رہے مرہٹے سو اُنہیں انگریزوں نے اور ترکیبوں سے علیحدہ کردیا ناگپور کے نابالغ راجہ کا اتالیق سوداجی تھا۔ اُسے انگریزوں نے اس بات پر راضی کرلیا کہ وہ اپنے ملک میں ہو کر انگریزوں کی فوج کو نکل جانے دے۔ اور کرنیل کارنک نے اپنی فوج کا رعب دکھا کر گوالیار کے راجہ مہاداجی سندھیا کو اس بات پر آمادہ کردیا کہ وہ انگریزوں اور مرہٹوں میں صلح کرادے۔

چنانچہ سالبائی کا عہدنامہ ۱۷۸۲ء کو ہوگیا۔ اگرچہ اُسکی تصدیق کابل حیدرعلی کی وفات کے بعد ہوئی تھی۔ یہ عہدنامہ ایسٹ انڈیا کے حق میں مضر تھا۔ کیونکہ اُس کی رُو سے انگریزوں کے قبضہ میں سے بہت سا ملک نکل گیا۔ تاہم اس موقع پر بڑا مفید ثابت ہوا اسکی رو سے رگھوبا کے حقوق تسلیم کیئے گئے۔ اور اسی کی رو سے جس قدر ملک انگریزوں اور نواب ارکاٹ کا حیدرعلی نے فتح کرلیا وہ اُسے واپس دینا پڑا۔ اس عہدنامے کے ہونے سے حیدرعلی اور مرہٹوں کے درمیان دوستی اور اتحاد قایم نہ رہ سکا۔ اور انگریزوں کے مقابلہ میں تین میں سے صرف ایک دشمن رہ گیا۔ اور وہ دشمن حیدرعلی تھا۔

حیدرعلی کے دیسی رفیق اس سے جدا ہوگئے۔ فرانسیسیوں نے بھی اسکی مدد سے اپنا ہاتھ اُٹھا لیا۔ لیکن اس نے ہمت نہ ہاری۔ اگرچہ وہ انگریزوں کو جنوبی ہند سے نہ نکال سکا۔ تاہم اس نے بہت سا ملک فتح کرلیا۔ اور اپنی مدمقابل کے مقابل بڑی بہادری کے ساتھ لڑتا رہا۔

اس موقع پر ہم یہ بھی ظاہر کردینا مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ اس جنگ کے بارے میں اُسکے کیا خیالات تھے۔ اُن خیالات کا اظہار اس گفتگو سے ہوتا ہے۔ جو اُس نے اپنے وزیر پورنیا سے کی تھی۔ اور ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

”میں نے بڑی ہی غلطی کی۔ میں نے لاکھوں روپیوں کے عوض سیندھی (تاڑی کا عرق جو نشہ آور ہوتا ہے) کا ایک گھونٹ خریدا اگرچہ میرے اور انگریزوں کے درمیان شکر رنجی کے اسباب موجود تھے۔

تاہم جنگ کے لیئے کوئی سبب موجود نہ تھا۔ اور باوجود محمد علی کے سخت فریبی کے ہوتے ہوئے میں اُن کو اپنا دوست بنا سکتا تھا۔ میں انکو بہت سی بیلی اور بہت سی بریتھ ویٹ کی شکست پر بھی تباہ نہیں کرسکتا۔ میں خشکی میں تو اُن سے لڑ سکتا

کو مٹا سکتا ہوں۔ مگر سمندر کو خشک نہیں کر سکتا مجھے یہ تو سمجھنا چاہیئے تھا کہ کوئی شخص مرہٹوں پر اعتبار نہیں رکھتا اور نہ وہ خود اپنے کو قابل اعتبار سمجھتے ہیں پہلے میں فرانسیسی فوج کے یورپ سے آنے کے فضول خیال ہی سے مشوش ہو گیا۔ اور اگر بالفرض وہ فوج آجائے اور یہاں کامیابی حاصل کرے تو مجھے کیا میں تو اکیلا مرہٹوں کا مقابلہ کر سکتا ہوں اور فرانسیسیوں پر اعتبار نہ کرنے کی مصیبت کو برداشت کر سکتا ہوں۔ کیونکہ میں انکو میسور میں گھسنے کی اجازت نہ دونگا۔

حیدر علی نے ملابار اور کورگ میں پھر اپنی حکومت قایم کرنے کے لئے سپاہ روانہ کی۔ اور سیر بالم کے ضلع میں بھی جسے اب فخر آباد کہتے ہیں۔ اور زریں ملک کو چھوڑنے پر آمادہ ہو گیا تھا کہ اسے یورپ سے فرانسیسی فوج کے آنے کی خبر ملی۔ مگر یہ فوج راستے میں انگریزی جنگی جہازوں سے لڑتی بھڑتی آئی تھی۔ اور تعداد میں صرف ۱۲ سو تھی اور قایم بستی کے آنے تک میدان جنگ میں نہیں آ سکتی تھی۔ خود حیدر علی کی سپاہ بہت تھوڑی رہ گئی تھی۔ سرکوٹ بھی بوجہ جنگ پر آمادہ نہ تھا۔ فرانسیسی سپاہ نے اتنے ہی کڈالور اور پیرام کوٹل پر قبضہ کر لیا تھا۔

سرکوٹ پیرام کوٹل کی فتح کا حاصل شدہ کر وانڈوانش کی طرف چلا گیا۔ مگر جب اس نے دشمن کو آمادہ جنگ نہ پایا تو ارنی کی طرف بڑھا جہاں حیدر علی اپنی فوج کیلئے رسد جمع کر رہا تھا۔ سرکوٹ نے یہ سمجھا کہ اس طرف جانے سے دشمن کلی طور سے چلا جائیگا اور اسے انگریزی سپاہ کے لئے رسد ملنے کا بھی موقع ہاتھ لگ جائیگا۔ مگر حیدر علی کو انکے آنے کی خبر مل چکی تھی۔ اس نے ٹیپو کو آرنی بھیج دیا۔ اور دوسرے جانب خود بھی وہاں جا پہنچا۔ ۳ جون ۱۷۸۲ء کو جب سرکوٹ نے آرنی کے قلعہ کے نزدیک لشکر جانا چاہا تو اس پر ٹیپو اور ایم لالی نے حملہ کر دیا۔ اگرچہ سرکوٹ نے ایم۔ لالی کی ایک توپ چھین لی۔ اور حیدر علی پر حملہ کرنے کے لئے بڑھا۔ لیکن حیدر علی نے اسے پاس تک نہ پھٹکنے دیا۔ بلکہ انکی فوج کو دبا کر ایک ایسی جگہ لے گیا۔ جہاں میسور کی ساری فوج اس پر ٹوٹ پڑی۔ اور سرکوٹ کی فوج کو سخت نقصان ہوا۔ یہ آخری جنگ تھی جس میں سرکوٹ اور حیدر علی دونوں ایک دوسرے کے مقابل ٹھیرے تھے مگر اس کے ایک سال کے اندر ہی اندر دونوں شیر جہان سے اٹھ گئے۔

ماہ اگست میں گورنمنٹ بمبئی نے ایک فوج ملابار پر حملہ کرنے کے لیئے روانہ کی اُسکے کمانیر کرنیل ہمبرسٹون نے کالی کٹ پر قبضہ کرے۔ پالگھاٹ چیری کا رُخ کیا۔ اور راستے میں بہت سے چھوٹے چھوٹے قلعوں پر قبضہ کرلیا۔ حیدر علی نے ٹیپو کو ملابار جانے کا حکم دیا جہاں وہ ماہ اکتوبر میں پہونچا۔ اور انگریزی سپاہ کو ساحل سمندر سے رسل و رسائل رکھنے اور مدد حاصل کرنے میں ناکامیاب کرنا چاہا اس لئے انگریزی سپاہ کالی کٹ سے چالیس میل جانب پونانی (دیتی پانی) چلی گئی۔ اور اُسے دو انگریزی جہاز بھی مل گئے اور اس نے مورچہ بندی کرکے ٹیپو کا انتظار کیا۔

آخر کار ٹیپو کی فوج بھی جا پہونچی۔ جس میں دس ہزار سوار۔ آٹھ ہزار پیادے ۴۰۰ یوربین اور بہت سی بیقاعدہ سپاہ تھی۔ انگریزوں کے پاس ۸۰۰ یوربین۔ ایک ہزار سپاہ اور میدان جنگ میں کئی دن تک بیکار پڑا رہا۔ اس کے بعد اُسے اپنے باپ علالت کی خبر لگی۔ اور وہ وہاں سے لشکر اُٹھا کر چلدیا اسی عرصہ میں برسات کا موسم آگیا جس کے باعث ساحل کارومنڈل پر جنگ قایم نہ رہ سکی۔ اس لئے انگریزوں کی فوج مدراس چلی گئی۔ فرانسیسیوں کی کڈلور اور حیدر علی ارکاٹ کے شمال میں پڑی رہی۔

حیدر علی کی پشت میں سرطان کا دنبل مدت سے چلا آتا تھا۔ اور اس جنگ کی تکالیف سے وہ بہت بڑھ گیا تھا۔ اگرچہ اس کے اُٹھانے میں بہت کوشش کی گئی لیکن صحت حاصل نہ ہوئی۔ اور وہ ترسنگہ رایا پیٹ کے مقام پر جو چتور کے نزدیک ہے لشکر ہی میں ۷۔ دسمبر ۱۷۸۲ء مطابق ۱۱۹۵ھ ہجری کو فوت ہو گیا۔

حیدر علی کی تاریخ وفات عجیب و غریب ہے۔ اگرچہ ہمایوں اور جہانگیر دونوں بادشاہوں کی تاریخ عجیب و غریب سمجھی جاتی ہے۔ لیکن حیدر علی کی تاریخ وفات عجیب تر ہے مثلاً ان دونوں کے نام میں تاریخ نہیں نکلی۔ بلکہ ان مصرعوں میں جن میں اُنکا نام آیا ہے۔ لیکن حیدر علی کی تاریخ وفات صرف اس کے نام اور ایک اور لفظ کے ملانے سے نکل آتی ہے۔

تاریخ وفات ہمایوں یہ ہے "ہمایوں از بام افتاد" ۹۶۳ھ ہجری

تاریخ وفات جہانگیر یہ ہے "جہانگیر از جہان رفت" ۱۰۳۶ھ ہجری

تاریخ وفات حیدر علی یہ ہے "حیدر علی خان بہادر" ۱۱۹۵ھ ہجری

قطعہ تاریخ یہ ہے:

کہ این شاہ آسودہ را چیست نام  چہ تاریخ رحلت نمودہ است او؟
یکے زانمیاں گفت تاریخ و نام  کہ "حیدر علی خاں بہادر" بگو

# باب (۱۶)

## حیدر علی کے عادات و خصائل اور انتظام مملکت

حیدر علی ایک ایسا شخص تھا جو گمنامی کی حالت سے ترقی کرتے کرتے مالک تاج و تخت ہوگیا۔ وہ ایک سپاہی کی حیثیت سے بڑھتے بڑھتے ایک بادشاہ بن گیا۔ اس شخص کی معرکہ آرائیاں اور فوجی قابلیت کا ٹھیک اندازہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے حالات انگریزوں اور فرانسیسیوں دونوں نے قلمبند کئے تھے۔ جس میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے تاہم اس میں تو کسی کو بھی شک نہیں ہے کہ اہل انگلستان کی نسبت اہل فرانس کو اہل ہند کے ساتھ زیادہ ہمدردی تھی۔ اس باعث جب حیدر علی میدان شہرت میں اُترا تو اسکا رجحان خاطر فرانسیسیوں کی طرف زیادہ تھا۔ فرانسیسیوں نے بھی اُسکے ساتھ حسن کیا جس کا کافی ثبوت یہ ہے کہ جتنی لڑائیاں اُس نے انگریزوں کے ساتھ لڑیں اول سب میں فرانسیسی اُسکے شریک رہے۔ اس وجہ سے جو حالات فرانسیسیوں نے لکھے ہیں وہ ذرا زیادہ قابل اعتبار مانے جاتے ہیں۔

حیدر علی پیدائشی نبرد آزما تھا۔ وہ ایک اعلےٰ درجہ کا شہسوار تھا۔ تلوار اور بندوق دونوں اعلےٰ درجہ کی چلاتا تھا۔ وہ بچپن ہی سے چست و چالاک تھا اور وہ بے سخت محنت و مشقت برداشت کر سکتا تھا۔ اور جب اپنی فوج کی سپہ سالاری کرتا تھا تو نڈر ہو کر دشمن پہ جا پڑتا تھا۔ وہ اپنی جان کا مطلق خطرہ نہ کرتا تھا اس سے اس کی فوج کا دل بڑھا رہتا تھا۔ اور وہ میدان جنگ میں بڑھی ہوئی نظر آتی تھی جنگ کے وقت وہ گھبراتا نہیں تھا۔ اور سوجھ بوجھ کے ساتھ کارروائی کرتا تھا رسالوں کی تربیت اور لڑائی میں اعلےٰ درجہ کا ملکہ رکھتا تھا۔ اور دشمن کو رسالہ سے

زیر کرنا اُسے خوب آتا تھا۔ چونکہ اُسے فنِ انجینیری سے بالکل واقفیت نہیں تھی اسلئے
اُسے محاصروں میں دوسروں کا سہارا لینا پڑتا تھا۔

حیدر علی بڑا ہی چست و چالاک شخص تھا۔ اور جس پھرتی کے ساتھ اُسنے دھاوے
کئے وہ اُس کی چستی اور چالاکی کی کافی شہادت ہیں۔ پھر کامیابی کے ساتھ اُن
سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سخت جان اور دلیر شخص تھا۔ اُسکی شیر دلی اور جانبازی پر
گرویدہ ہو کر بہت سے لوگ اُسکے جھنڈے تلے آ گئے تھے۔ حیدر علی فرانسیسیوں کا جو
اس کی فوج میں تھے بڑا لحاظ کرتا تھا۔ اُن پر اُسے بیحد اعتبار تھا۔

حیدر علی کی جوانمردی اور فنِ حرب کی قابلیت سے تو دنیا واقف ہے لیکن
یہ ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ امورِ ملکی اور انتظامِ سلطنت میں اس کی قابلیت
کس پایہ کی تھی۔ چونکہ اُسے جنگ و جدل اور معرکہ آرائیوں سے فرصت نہ ہوئی۔ اس لئے اس نے
یہ کام دوسروں پر چھوڑ رکھا تھا۔ اگرچہ وہ برہمنوں کی دغابازی سے خوب اچھی طرح واقف
تھا۔ لیکن یہ بھی جانتا تھا۔ کہ اس قوم کے لوگوں کو کارخانہ قدرت نے عقل و ذہانت
اور انتظامی قابلیت کا زیادہ حصہ دیا ہے اس لئے اُس نے مالی معاملات کی نگرانی برہمنوں
کے سپرد کی۔

اگرچہ حیدر علی کے مزاج میں سختی تھی۔ لیکن وہ انصاف پسند بھی تھا اسی
باعث اپنے فرائضِ منصبی کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ اُسے ہر دم یہی خواہش رہتی تھی
کہ ہر شخص کو اپنا فرض اچھی طرح سے ادا کرنا چاہیئے۔ اس لئے جب کبھی کسی افسر سے کوئی
فروگذاشت ہو جاتی۔ اور وہ شخص خواہ کسی درجہ کا ہوتا۔ مگر فرائض کی انجام دہی
میں قاصر رہتا تو اُسے کوڑوں کی سزا دی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ اُس نے اپنے بیٹے ٹیپو کو
بھی فرائض کی انجام دہی میں قاصر رہنے پر سزا دی تھی۔

اگرچہ وہ لوگوں کو سخت سزائیں دیا کرتا تھا۔ اور قیدیوں اور خصوصاً جنگی
قیدیوں سے بڑی سختی کے ساتھ پیش آتا تھا۔ تاہم وہ ظالم نہیں تھا۔ اور نہ اُسے کسی
کو آزار دینے میں خوشی حاصل ہوتی تھی۔ اُس نے انگریزی قیدیوں پر جو سختیاں کیں
اسکا سبب یہ تھا۔ کہ اُس زمانے کے لوگ ذرا زیادہ سخت مزاج ہوتے تھے۔ اور ہر فرمانروا
اپنے ہمسایہ فرمانروا کو اپنا دشمن جانی سمجھا کرتا تھا۔ اور انگریزوں کی سخت جانی کے

تو عوام الناس شاکی تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ یہ وحشی اور سخت بات تو ہم زیادہ سختی کرنے
ہی سے قابو میں رہ سکتی ہے۔

حیدر علی دشمن کو اپنے ملک میں نہ در نکلنے کے لئے اپنا سارا ملک برباد کروا دیتا
تھا۔ تاکہ ایسے سامان رسد نہ مل سکے۔ وہ نمک حراموں کو سخت سزائیں دیا کرتا تھا اور
جان نثاروں کو معقول انعام دیکر اُن کو اپنا دلدادہ بنا لیتا تھا۔

حیدر علی کے مزاج میں تعصب اور ہٹ دھرمی نام کو نہ تھے۔ اُسے اسکی مطلق
پروا نہ تھی۔ کہ اسکی فوج میں بڑے عہدہ داروں میں کس کس ملت و مذہب کے لوگ ہیں۔ اور
جب تک لوگ اپنے فرائض کو ادا کرتے رہتے تھے۔ وہ اُن سے کسی قسم کا تعرض نہیں
کرتا تھا۔

حیدر علی میانہ قد کا آدمی تھا۔ اسکے خال و خط اور اعضا ذرا بھدے تھے۔ اور
رنگ سانولا تھا۔ اسکی ناک عقابی مگر چپٹی تھی۔ آنکھیں بھی چھوٹی تھیں۔ اور نیچے کا ہونٹ
موٹا تھا۔ وہ نہ ڈاڑھی رکھتا تھا۔ اور نہ گل موچھیں۔ اگرچہ اُسے جواہرات پہننے کا شوق
نہ تھا۔ تاہم اپنی پوشاک میں ضرور کچھ نہ کچھ سجاوٹ آرایش روا رکھتا تھا۔ سینہ کمر اور
آستین پر لباس تنگ ہوتا تھا۔ مگر نیچے اور ڈھیلی ہوتی تھی۔ وہ اونچی اور سُرخ رنگ کی
پگڑی پہنتا تھا۔ جس کا بالائی حصہ چوڑا ہوتا تھا۔

حیدر علی کی فوجی وردی سفید ساٹن کی ہوتی تھی جس میں سُنہری پھول لگے ہوئے
تھے۔ اور سامنے زرد سنجاف لگائی جاتی تھی۔ پاجامہ بھی ساٹن کا ہوتا تھا۔ اور زرد مخمل
کی جوتیاں ہوتی تھیں۔ اور کمر میں سفید ریشم کا ایک کمربند یا پٹکا لگاتا تھا۔

حیدر علی کے دربار میں ہر شخص کی رسائی ہو سکتی تھی۔ ہر آدمی اس کے پاس پہنچ
سکتا تھا۔ اور ہر کسی سے بڑی مستعدی کے ساتھ باتیں کر لیتا تھا۔ اور ہر شخص کی بات
سُن لیتا تھا۔

اس کا دماغ نہایت صحیح تھا۔ وہ ایک ہی وقت میں کئی کا یا کئی کاموں کی نگرانی
کر سکتا تھا۔ مثلاً سوانگ یا ناچ دیکھتا جاتا اور کاغذات سنتا جاتا۔ اور احکام لکھاتا
جاتا۔ وہ پڑھا لکھا تو نہ تھا تاہم بڑا قابل تھا۔ ایک شخص سے احکام لکھاتا اور دوسرے
سے پڑھواتا تھا۔ تاکہ غلطی نہ رہ جائے اور سلطنت کے سارے کام اسکی موجودگی میں

اور اسکے رد و بدل انجام تک پہنچتے تھے۔ اس کا حافظہ بہت زبردست تھا جس کے باعث وہ اپنے ماتحتوں کی کارروائیوں کی نگرانی اچھی طرح کر سکتا تھا۔

وہ اپنے بے تکلف دوستوں سے بیہودہ زبانی کے ساتھ بھی پیش آتا تھا اور اُن سے ٹھٹھا مذاق ہوتا تھا۔ شام کو رقص و سرود کی محفل گرم ہوتی تھی اور اکثر اسکے بعد عیاشی کی بزم بھی جمائی جاتی تھی جس میں اسکے خاص خاص احباب شریک ہوتے تھے۔ اس کی متعدد بیویاں تھیں۔ مگر ادا اور ناز والی اور شکیلی عورت کو وہ کسی طرح اپنی خواہش حیوانی کو پورا کئے بغیر نہیں جانے دیتا تھا۔ لیکن ان تمام باتوں کے ہوتے اور کرتے ہوئے وہ اپنا کاروبار سلطنت بڑی خوبی اور مستعدی کے ساتھ سرانجام دیتا تھا۔

تیوہاروں یا دیگر مصرکوں کے موقعوں پر وہ نمایش سے کام لیتا تھا۔ اسکے جلوس کے آگے آگے رسالہ چلتا تھا جس کے پیچھے ۵۰۰ شتر سوار ہوتے تھے۔ اور انکے پیچھے ہاتھیوں کی قطار ہوتی تھی۔ جن پر زرق برق جھولیں پڑی ہوتی تھیں۔ ہاتھیوں کے بعد میں فوجیں حبشیوں کی چلتی تھیں جنکے سروں پر سرخ اور سیاہ عقاب کے پروں کی کلغیاں لگی ہوئی تھیں۔ اور فولادی پھلوں کی برچھیاں ہاتھوں میں ہوتی تھیں۔ ان کے پیچھے پیادے یا پیدل پلٹن ہوتی تھی۔ وہ ریشمی انگرکھے اور گھٹنوں تک کے پاجامے پہنے ہوئے تھے۔ اور ہاتھوں میں برچھیاں ہوتی تھیں۔ جن میں گھنٹیاں بجتی جاتی تھیں پیدل پلٹن کے پیچھے گھوڑے پر امرا سوار ہوتے تھے۔ جن کی پوشاک زرق برق ہوتی تھی اور انکے بعد میں شاہی محل کے کوتل بندے تھے۔ اور انکے پیچھے پیادے دوڑتے جاتے تھے۔ پیادوں کے بعد میں شاہی محل کے افسر اور خادم ہوتے تھے۔ اور ان سبھوں کے بعد حیدر علی ایک سفید ہاتھی پر سوار ہوتا تھا۔ اس کے پیچھے بہت سے ہاتھی ہوتے تھے جن میں سے پانچ ہاتھیوں پر سلطنت کے نشان ہوتے تھے۔ ان ہاتھیوں کی قطار کے بعد حبشیوں کے دو رسالے اور رسالوں کے پیچھے برچھیوں کی ایک پیدل پلٹن ہوتی تھی۔ جلوس کے دائیں بائیں جانب پیادے ہوتے تھے جنکی پوشاک سفید ریشم کی ہوتی تھی۔ اور جن کے پاس لمبی لمبی سیاہ برچھیاں ہوتی تھیں۔ اور ان میں جھنڈیاں لہراتی جاتی تھیں۔ حیدر علی کا جلوس سے اچھا جلوس ہندوستان میں صرف مغل بادشاہوں کا جلوس ہوتا تھا۔

حیدر علی ایک نڈر اور صاحب حوصلہ سپہ سالار تھا۔ اُسے فنِ حرب کا ماہر یا استاد کہئے تو بجا ہے۔ اُس کے پاس ذرایع کافی تھے۔ وہ بڑا جفاکش اور سخت جان تھا۔ اور شکست پر شکست کھانے پر بھی مایوس نہ ہوتا تھا۔ اور نہ ہمت ہارتا تھا۔ وہ باوجود اپنے کہ اہل شرفا میں سے تھا۔ مگر صاف گو اور کھلی طبیعت والا تھا۔ باوجود اُس کی سختیوں اور ترشی کے وقوت کے میسور میں آج تک اس کا نام عزت کے ساتھ لیا جاتا ہے حالانکہ تعریف کے ساتھ نہیں۔ اسکی کامیابیاں اور معرکہ آرائیاں اب تک اہل میسور کے حافظہ میں تازہ ہیں۔

اگر دیسی فرمانروا جو اس کے رفیق تھے وہ اس کی مدد کرتے اور اگر وقت پر اُسے فرانسیسیوں سے کافی مدد مل جاتی تو وہ ضرور اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کر لیتا۔

**تمام شد**

سوانح عمری حضرت خواجہ

# قطب الدین بختیار کاکی رح

جسمیں

آپ کی پیدائش و تعلیم و تشریف آوری دہلی و کشف و کرامات و ذوق و شوق و ریاضات اور ملفوظات اور وفات کے حالات معتبر کتابوں سے لکھے گئے ہیں

مولفہ

جناب محمد نثار علی صاحب شہرت سابق ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم ریاست جموں و کشمیر حال مہتمم اخبار روزانہ پنجاب لاہور

جسکو بعد حصول جملہ حقوق دوامی از مؤلف

منشی رام اگروال بک مرچنٹ - پروپرائٹر اُردو اخبار و مالک اُردو اخبار مشین پریس لاہور نے

اپنے

مطبع اُردو اخبار مشین لاہور میں چھاپا

[illegible] ایک روپیہ

# کارخانہ مشہور عالم جنتری لاہور کا انعامی سسٹم دو سال سے جاری ہے

کارخانہ کی راستبازی اور پبلک کی قدردانی سے ملک کے ہر ایک حصہ میں ایک لاکھ ٹکٹ فروخت ہو چکا ہے

## شرائط

اول۔ آپ کارخانہ کے ٹکٹ اپنے شہر کے کسی احباب سے خرید فرماویں بصورت نہ ملنے کے آپ براہ راست کارخانہ میں موازی آٹھ آنے علاوہ محصول بھیجکر چار ٹکٹ منگالیں ۔

دوم۔ پھر اُن چاروں ٹکٹوں کو دیگر احباب کے ہاتھ موازی دس دس آنہ پر فروخت کرکے مبلغ عہ/ وصول کریں۔ اسمیں سے موازی آٹھ آنے تو آپ اپنے خود رکھ لیں اور باقی مبلغ عہ جمع رکھیں۔ پھر آپ اپنے چاروں خریداروں کے نام ٹکٹوں پر معہ مفصل پتہ کے لکھکر کارخانہ میں واپس بھیجدیں۔ اور مندرجہ اشیاء تصویردار میں سے ایک چیز جو پسند خاطر ہو تحریر فرماویں ۔

سوم جس وقت آپکا آرڈر پہنچیگا۔ کارخانہ فوراً انعامی اشیاء حسب الارشاد بذریعہ وی۔ پی معہ ۱۶ عدد ٹکٹ کے مبلغ عہ کا آپ کی خدمت میں بھیجدیگا (یہ دو روپیہ صرف ان ۱۶ ٹکٹوں کی قیمت ہے جو آپ اپنے خریداروں کے لئے منگاتے ہیں جن کی قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ آپکے پاس جمع ہے) مگر محصولڈاک انعامی اشیاء کا علاوہ دو روپیہ کے زائد چارج کیا جائیگا۔ جو آپ کو اپنی گرہ سے دینا پڑیگا۔ پس وی۔ پی وصول کرکے انعامی اشیاء آپ خود رکھ لیں اور اپنے چاروں خریداروں کو چار چار ٹکٹ معہ ان کے ناموں کے سارٹیفکٹ کے دیدیں پھر وہ صاحب بھی اسی طرح سے بعد ٹکٹ فروخت کا سلسلہ جاری رکھکر جو چیز چاہیں مفت منگالیں ۔





المشتہر

پنڈت گردھاری لعل منجم و جفار سیالکوٹی مصنف مشہور عالم جنتری مالک کارخانہ [illegible] لاہور